ابنِ صفی

جلد نمبر
28

# جاسوسی دنیا

85- دھواں اٹھ رہا تھا

86- فرہاد ۵۹

87- زہریلا آدمی

# جاسوسی دنیا

## جلد نمبر 28

| | |
|---|---|
| 85 | دھواں اُٹھ رہا تھا |
| 86 | فرہاد ۵۹ |
| 87 | زہریلا آدمی |

ابن صفی


اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلشر..........خالد سلطان
پرنٹر...........یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز
الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 85

# دھواں اُٹھ رہا تھا

(مکمل ناول)

# پیشرس

مجھ سے فرمائش کی گئی ہے کہ میں پیشرس میں کتابوں کے متعلق لکھنے کی بجائے پڑھنے والوں سے باتیں کیا کروں! کتابیں تو بہرحال پڑھی جاتی ہیں اور پڑھنے والے خود ہی کتاب کے مواد سے متعلق اچھی یا بُری رائے قائم کرنے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوتے! اس کتاب کے بارے میں مصنف کا نوٹ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

مجھے آپ کی اس دلیل سے متفق ہونا ہی پڑے گا۔ میں جانتا ہوں آپ کیا چاہتے ہیں؟ خطوط پر تبصرے۔ لیکن ان تین صفحات میں اُن سارے خطوط پر تبصرہ مشکل ہے، جو ہر ماہ موصول ہوتے ہیں! کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ ایسے خط کا انتخاب جو سب کی دلچسپی کا باعث بن سکے۔

یہ خط چاٹگام سے آیا ہے۔ پورا پتہ تحریر نہیں کیا گیا! موضوع ظلمات کا دیوتا کی ناپسندیدگی ہے۔ حالانکہ یہ کتاب عام طور پر پسند کی گئی ہے! بعض حضرات صرف اسی ناگزیر خامی کے شاکی ہیں جس کا تذکرہ خود میں نے ہی اس کے پیش رس میں کیا تھا۔ زیادہ تر حضرات کا کہنا ہے کہ وہ خامی نہیں بلکہ خوبی ہے! اگر کسی کہانی کا انجام متوقع ہو تو پھر بات ہی کیا رہی!

بہرحال مجھے دونوں قسم کے پڑھنے والوں سے اتفاق ہے۔ لیکن میں ان چاٹگامی بھائی سے کسی طرح متفق نہیں ہوسکتا، جنہوں نے مجھے کتابیں لکھنا ترک کر کے ترکاری بیچنے کا مشورہ دیا ہے۔

میاں میں اتنا بدھو بھی نہیں ہوں کہ تاؤ میں آ کر سچ مچ ترکاریاں ہی بیچنا شروع کر دوں۔ میں جانتا ہوں کہ بچی ہوئی ترکاریاں باسی کہلاتی ہیں۔ سڑ جاتی

ہیں اور پھر ان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ..... لیکن کتابیں ..... ہا ..... دس سال تک پڑی رہنے کے باوجود بھی پوری ہی قیمت پر فروخت ہوتی ہیں! مجھے آپ کا یہ مشورہ خلوص پر مبنی نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے میں اس پر عمل بھی نہیں کروں گا۔

پھر آپ نے لکھا ہے ''مگر ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے کہ آپ نے میرے مشورے پر عمل شروع کر دیا تو مجھے بہت افسوس ہوگا۔ مگر یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ آئندہ بھی آپ کتاب لکھتے ہی رہیں۔''

عقل خبط کر دی آپ نے تو۔ یعنی مجھے ترکاریاں بیچتے دیکھ کر بھی آپ کو افسوس ہوگا اور آپ یہ بھی نہیں چاہتے کہ میں کتابیں لکھتا رہوں۔ تو پھر کیا خیال ہے میں آپ کی محبت میں فاقے شروع کر دوں۔

اپنے بیان کے مطابق آپ مجھے گالیاں بھی نہیں دے سکتے کیونکہ مجھ پر کوئی گالی فٹ نہیں ہوتی! گالی فٹ نہیں ہوتی تو آپ یہ نتیجہ نکال بیٹھے کہ مجھے گالی دینا خود گالی کی توہین ہے۔

لیکن آپ نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ قطعی غیر سائینٹیفک ہے۔ گالی بُری چیز ہے آپ بھی جانتے ہیں۔ اس لئے گالی کی توہین کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ مجھ سے منسوب کی جانے والی کسی گالی کی عزت افزائی کا تصور آپ کے ذہن کے عقبی حصے میں ضرور موجود ہے، لیکن چونکہ سماجی نقطۂ نظر سے گالی کی عزت افزائی کا تصور ہی لغو ہے اسلئے آپ گالی کی توہین کا اندیشہ ظاہر کر کے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

خدا کرے اس جواب سے آپ بالکل ''فٹ'' ہو جائیں ..... ورنہ کچھ دنوں کے بعد آپ پر کسی قسم کے ''فٹ'' کا بھی حملہ ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں آپ کو کسی ماہر سائیکو انیلسٹ کی خدمات حاصل کرنی پڑیں گی (سودا مہنگا رہے گا)۔''

بھئی اپنا نام تو صاف لکھا کیجئے۔ پہلی نظر میں ''بدھوا'' معلوم ہوتا ہے! غور کرو تو ''رولس رائیس'' پڑھا جاتا ہے! ذرا ترچھا کر کے دیکھو تو ''چلو واپس'' گھسیٹا

ہوا معلوم ہوتا ہے!

جی نہیں! قطعی نہیں..... میں نے آپ کی کسی بات کا بُرا نہیں مانا! آپ ایک مصنف کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرنے کے لئے قطعی آزاد ہیں! کیونکہ وہ آپ ہی کے لئے کتابیں لکھتا ہے۔ اپنے لئے نہیں! مگر بھائی یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر ترکاریوں کا بزنس آپ کے لئے منفعت بخش ثابت ہوا ہے تو میں بھی اس میں پھل پھول سکوں گا۔

ویسے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ خط صرف تبصرے کے شوق میں لکھا گیا ہے اور میں مطمئن ہوں کہ آپ ''ظلمات کا دیوتا'' کے بعد یہ کتاب بھی ضرور پڑھیں گے اور آپ وہ فلم بھی ضرور دیکھیں گے جس کی کہانی پر میں آج کل work کر رہا ہوں۔

آخر میں زیرِ نظر کہانی کے متعلق بھی اتنا کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ صرف اسرار و سراغ کی کہانی ہے۔ اس میں آپ ''ڈھول دھپہ'' قطعی نہیں پائیں گے۔ میری کتابیں بعض حضرات کو اس لئے بھی پسند نہیں آتیں کہ اکثر اُن میں ''ڈھول دھپہ'' سرے سے ہوتا ہی نہیں۔ اس کی بجائے دوسرے زاویوں سے کہانی کی دلچسپی برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہوں اور بحمد للہ اس پر مطمئن ہوں کہ اگر آپ میری کسی کتاب پر تالیاں نہیں پیٹ سکے تو اُسے ''بورنگ'' قرار دینا بھی آپ کے بس سے باہر ہوگا۔ تقریباً ایک سو بائیس کہانیاں اب تک لکھ چکا ہوں، لیکن آپ ایسی دو کہانیوں کے نام نہیں لے سکیں گے جن کے پیش کرنے کے انداز میں آپ کو یکسانیت نظر آتی ہو۔!

ابنِ صفی

۱/۵ نومبر ۱۹۵۹ء

# چھلاوہ

قاسم بہت شدت سے بور ہو رہا تھا۔ بور ہو رہا تھا اس لئے گھر کا رخ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوسکتا تھا۔ دن بھر آفس میں سر کھپانے کے بعد گھر کے تصور ہی سے اس کی روح فنا ہو رہی تھی۔

آفس کی افتاد نئی تھی۔ اُن دنوں اچانک اسکے باپ کو خیال آ گیا تھا کہ اس کا اس طرح گھر پڑے رہنا تو ٹھیک نہیں ہے کیوں نہ اُسے اکاؤنٹس ہی کا کام سکھانے کی کوشش کی جائے۔

قاسم .....اور اکاؤنٹس! گویا قاسم کے باپ نے بھی بالکل اسی کے سے انداز میں سوچنے اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ بہر حال انہوں نے اسے اپنے چیف اکاؤنٹنٹ کے سپرد کر کے تاکید کردی تھی کہ اگر وہ کام سیکھنے میں حیل و حجت کرے تو انہیں فوراً اطلاع دی جائے۔ چیف اکاؤنٹنٹ نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ قاسم شائد اکاؤنٹس کے علاوہ دنیا کا ہر کام کر سکے! لیکن وہ عاصم صاحب کا فیصلہ تھا۔اس لئے قاسم اور چیف اکاؤنٹنٹ دونوں ہی کی شامتوں نے امداد باہمی کے اصول پر سمجھوتہ کرلیا۔لیکن دفتر میں تو بہر حال بیٹھنا ہی پڑتا تھا۔ کچھ تھوڑی سی مغز ماری بھی کرنی پڑتی تھی۔لیکن وہ کچھ اس قسم کی ہوتی۔

”دو اور دو چار اور چھ دس.... آٹھ.... اٹھارہ...دو بیس .... بیس....بیس....ابا جان خبیث....

ہت تیری کی پھر ساال بھول گیا....او اکاؤنٹنٹ صاحب.... یہ ساال....نہیں چلتا معاملہ۔''

''مسٹر قاسم خدا کے لئے میری بے عزتی نہ کرائیے گا۔'' چیف اکاؤنٹنٹ کہتا۔

''اے تو پھر کیا کروں۔'' قاسم آنکھیں نکالتا۔''جوڑتے جوڑتے ساال دماغ سے گائب ہوجاتا ہے۔ بتاؤ کوئی ترقیب۔''

بھلا بیچارہ اکاؤنٹنٹ کیا ترکیب بتاتا۔ اس کے ذہن میں قاسم کے لئے صرف اسی ایک شعبے کا تصور تھا کہ وہ گلے میں ایک ڈھولک لٹکائے اور کچھ گا بجا کر فلمی گیتوں کی کتابیں چلتی ہوئی سڑکوں پر بیچ لیا کرے..... بہرحال وہ ترکیب سوچنے لگتا اور قاسم پھر رجسٹر پر جھک پڑتا۔ جوڑتے جوڑتے ذہنی رو بہک جاتی اور وہ بھول جاتا کہ اس کے علاوہ اور کوئی بھی کمرے میں موجود ہے۔ بس پھر آس پاس بیٹھنے والے سنتے!

''آٹھ دو دس..... تین تیرہ..... صفر..... ہائے میری جان صفر..... یار تم بڑے پیارے ہو۔ تمہیں نہیں جوڑنا پڑتا..... ہت تیری کی پھر گائب..... پھر شروع سے..... آٹھ دو دس تین تیرہ..... صفر..... اور نو..... تیرہ اور نو..... نو ساال صورت حرام..... ہونق کھڑا ہے منہ اٹھائے۔ جماؤں ایک الات کمر پر سالے نہیں تو..... ہائے..... پھر گائب۔'' وہ جھلا کر پیشانی پر ہاتھ مارتا۔ اکثر ہنسنے والوں کی آوازیں بھی نکل جاتیں..... اور وہ چونک کر صرف چیف اکاؤنٹنٹ کو خونخوار نظروں سے گھورنے لگتا۔

''آپ الگ کمرے میں بیٹھیں گے۔'' وہ پوچھتا۔

''کال قوٹھری میں بند کردو نا۔'' قاسم دہاڑتا اور لوگ ایک ایک کرکے باہر نکل جاتے کیونکہ ہنسی روکنا ان کے لئے مشکل ہوجاتا تھا۔

یہ ایک دن کی مصیبت نہیں تھی، روز ہی یہی ہوتا تھا! آج ہوسکتا ہے کہ اس سے زیادہ کچھ ہوا ہو۔ بہرحال وہ بہت شدت سے بور ہو رہا تھا۔ لہٰذا اس بوریت کے عالم میں وہ اس ''گلہری خانم'' کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا جس کی بدولت اُسے ''تین تیرہ'' کے پھیر میں آنا پڑا تھا۔

اُسے یقین تھا کہ اس پر یہ مصیبت اُس کی بیوی ہی الائی ہے اس لئے بہت زیادہ بوریت

کے عالم میں اُس سے مڈبھیڑ ہو جانا کسی دوسری مصیبت کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتا تھا کیونکہ وہ تو ہر وقت ہی اُس کے باپ کو فون کر دینے پر تلی بیٹھی رہتی تھی! اِدھر اُس نے کسی بات پر نتھنے پھلائے، آنکھیں نکالیں اور اُدھر وہ جھپٹی فون کی طرف۔

یہی وجہ تھی کہ وہ دن بھر کی بوریت رفع کئے بغیر گھر نہیں جانا چاہتا تھا۔

ایسے وقت حمید کے علاوہ اور کس کا خیال آتا! لہٰذا اس نے اپنی لمبی سی کار فریدی کی کوٹھی کی طرف موڑ دی۔ مگر مایوسی ہی کا منہ دیکھنا پڑا۔ حمید گھر پر موجود نہیں تھا۔

اب اس نے سوچنا شروع کیا کہ اس وقت اس سے کہاں ملاقات ہو سکے گی؟ لیکن اس سوال کا کوئی یقینی جواب اُسے نہ سوجھا۔ کچھ بھی ہو، یہ بوریت تو حمید سے مل بیٹھنے ہی کی صورت میں رفع ہو سکتی تھی۔

بس پھر اُس نے شہر کی ساری مشہور تفریح گاہیں چھان مارنے کی سکیم بنا ڈالی۔

کیپٹن حمید کی موٹر سائیکل تارجام والی سڑک پر تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑ رہی تھی اور اس کا ذہن ''لعنت لعنت لعنت لعنت'' کی گردان کر رہا تھا۔

جھلاہٹ کی وجہ یہ تھی کہ تارجام پولیس اسٹیشن پر تقریباً پانچ گھنٹے تک مکھیاں مارنی پڑی تھیں۔ دس بجے سے تین بجے تک ایک ایسے آفیسر کا انتظار کرنا پڑا تھا جس کے پاس کچھ اہم کاغذات تھے اور ان کاغذات کو بحفاظت فریدی تک پہنچانا تھا۔

کاغذات لے کر جو وہ وہاں سے بھاگا تھا تو پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور ذہن تو ''لعنت لعنت'' کی گردان دس ہی بجے سے کرتا رہا تھا۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی ورنہ یہی سوچتا، کاش کھوپڑی کے

پچھلے حصے پر بھی دو آنکھیں ہوا کرتیں۔

ساری کوفت دور ہو جاتی اور وہ موٹر سائیکل کی رفتار اتنی کم ضرور کر دیتا کہ پچھلی کار آگے نکل جاتی اور پھر وہ اطمینان سے اس کا تعاقب کرتا رہتا۔

کار ڈرائیو کرنے والی بڑی دلکش تھی۔ لیکن ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسے موٹر سائیکل سے آگے نکل جانے کی فکر رہی ہو۔

حمید کی موٹر سائیکل یکساں رفتار سے دوڑتی رہی۔

جیسے ہی وہ نیاگرہ ہوٹل والی سڑک کی کراسنگ پر پہنچا بائیں جانب سے آنے والی کار اس طرح رکی کہ حمید کو اپنی سات پشتیں یاد آگئیں۔ اس نے بھی پورے بریک لگائے تھے اور اس کا سر سامنے والی کار کی کھڑکی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا تھا۔

ہوش آنے پر قاسم کا ہونق سا چہرہ دو بالشت کے فاصلے پر نظر آیا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں اور بھاڑ سا منہ کسی ویران غار کے دہانے کا منظر پیش کر رہا تھا۔

پچھلی گاڑی بھی قریب ہی آ کر رکی۔ اُس کے بریک بھی کافی بلند آواز سے چرچرائے تھے۔ لیکن یہ دونوں تو بس ایک دوسرے کو گھورے جا رہے تھے۔ حمید کے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے پر جمے ہوئے تھے اور قاسم کا منہ اب بھی پھیلا ہی ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسی حالت میں اس کی روح قبض کر لی گئی ہو۔ آنکھوں کی پتلیاں تک حرکت نہیں کر رہی تھیں۔

''کوئی مرا بھی یا نہیں۔'' یک بیک مترنم سی آواز فضا میں گونجی اور وہ دونوں ہی چونک پڑے۔ حمید تیزی سے مڑا۔

وہ متوسط قد کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ نسلاً دیسی ہی ہو سکتی تھی لیکن لباس مغربی طرز کا تھا۔

حمید نے لمبی سانس لی اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''اب تو دونوں ہی کو مردہ سمجھئے۔'' پھر اپنا چرمی ہینڈ بیگ اٹھانے کے لئے جھکا۔

لڑکی کے چہرے پر جھلاہٹ اور خوف کے ملے جلے آثار نظر آ رہے تھے۔ وہ تیزی سے قاسم کی گاڑی کی پشت پر آئی اور اس کے نمبر دیکھنے لگی۔

''میں رپورٹ درج کراؤں گی۔'' اس کی آواز غصیلی تھی۔ ''اندھے ہوکر ڈرائیو کرتے ہیں آپ نے اس طرح گاڑی کیوں روکی تھی۔''

''غاڑی..... غاڑی..... جی ہاں۔'' قاسم نے خاموش ہوکر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ اس وقت اس کا حلیہ عجیب تھا۔ کبھی تو ایسا لگتا جیسے مسکرانے کی کوشش کر رہا ہو اور کبھی ایسا بُرا منہ بن جاتا جیسے بیچ سڑک پر سینکڑوں جوتے پڑ گئے ہوں۔

''اس جھٹکے نے میرے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا ہے۔'' وہ دانت پیس کر بولی۔ ''میں ضرور رپورٹ درج کراؤں گی..... اس طرح آدمی کا ہارٹ فیلیور بھی ہوسکتا ہے۔''

''جج..... جی ہاں..... اور قیا۔'' قاسم سر ہلا کر بولا۔

''جی.....!'' لڑکی آنکھیں نکال کر دہاڑی۔ ''آپ اتنے اطمینان سے اس کا اعتراف بھی کر رہے ہیں۔''

''غلتی کی معافی چاہتا ہوں۔'' قاسم بلبلایا..... پھر دفعتاً حمید کی طرف دیکھ کر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''اے تم بھی تو قچھ بولو۔''

وہ شدت سے نروس ہوگیا تھا اور اسے توقع تھی کہ حمید ''معاملہ برابر'' کر کے اُسے اس پھاڑ کھانے والی لڑکی سے نجات دلا دے گا۔ مگر حمید نے قطعی طور پر خاموشی اختیار کر لی تھی۔

''تم پرلے سرے کے بے حیا بھی معلوم ہوتے ہو۔'' لڑکی بولی۔ ''اس شخص کو اپنی طرف داری پر آمادہ کر رہے ہو جسے ابھی ختم ہی کر دیا ہوتا۔''

قاسم نے پھر بڑی بے بسی سے حمید کی طرف دیکھا لیکن حمید کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ وہ زندہ ہی ہے یا مر چکا۔

قاسم نے پلکیں جھپکائیں اور سوچا اب عافیت اسی میں ہے کہ خود بھی بیہوش ہی ہوجائے۔ لہٰذا اس نے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر حلق سے ایسی ہی کراہ نکالی جیسے کسی گدھے نے رینکنے کیلئے اسٹارٹ لیا ہو اور پھر ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ کر نشست کی پشت گاہ پر گردن ڈال دی۔

ایسا کرتے وقت منہ پھیلا رہ گیا تھا اس لئے اب اُسے بند کرنے کی بھی ہمت نہ پڑی۔

حمید بدقت تمام ہنسی ضبط کر سکا۔ البتہ اب وہ لڑکی کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھ رہا تھا۔

''یہ کیا ہو گیا.....!'' وہ قاسم کو گھورتی ہوئی بولی۔

''شاک.....میرا خیال ہے کہ جھٹکے نے اس کے اعصاب پر بھی بُرا ہی اثر ڈالا تھا۔'' حمید نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

''مگر اُس نے ایسی حرکت کی ہی کیوں تھی۔''

''خدا جانے.....!'' حمید نے شانوں کو جنبش دی۔ پھر جلدی سے بولا۔ ''اوہ کچھ کرنا چاہئے۔ کہیں سچ مچ مر ہی نہ جائے۔ موٹے آدمی.....ذرا.....مشکل ہی سے اس قسم کے شاک برداشت کر سکتے ہیں۔''

اُسے یاد آ گیا تھا کہ اس کے ہینڈ بیگ میں کونین مکسچر کی ایک شیشی بھی پڑی ہوئی تھی۔ بہر حال اُسے سوجھی.....اور قیامت کی سوجھی۔

ہینڈ بیگ سے شیشی نکال کر اس کا ڈھکن گھما ہی رہا تھا کہ لڑکی نے پوچھا۔ ''یہ کیا ہے۔''

''کونین مکسچر.....!'' حمید نے اتنی آہستگی سے کہا کہ قاسم نہ سن سکے۔ وہ تو جانتا ہی تھا کہ موقع کی نزاکت ہی نے اُسے بیہوش ہونے پر مجبور کیا ہوگا۔

''بھلا اس سے کیا ہوگا۔'' لڑکی نے حیرت ظاہر کی۔

''مرنے کے بعد کم از کم ملیریا سے تو محفوظ ہی رہے گا۔'' حمید نے کہا اور آگے بڑھ کر پوری شیشی اس کے منہ میں انڈیل دی۔

پھر تو ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کوئی گوریلا سوتے سے چونک کر پاگل ہو گیا ہو۔

پہلے حلق سے ایک طویل ''خرخراہٹ'' بلند ہوئی تھی اور پھر وہ اوبکائیاں لیتا ہوا سیدھا ہو گیا تھا۔

''ابے..... اُوع..... اُوع..... سالے..... سالوع..... غاؤں..... ارے باپ رے..... زوع.....!''

گاڑی کا دروازہ کھول کر اس نے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن بوکھلاہٹ میں منہ کے بل

نیچے چلا آیا۔

لڑکی بے تحاشہ ہنس رہی تھی۔ مگر حمید ایسا منہ بنائے کھڑا تھا جیسے اس سے کوئی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہو۔ یک بیک قاسم اٹھ کر اس کی طرف جھپٹا اور حمید اچھل کر بھاگا۔ قاسم کچھ اس درجہ بدحواس ہوگیا تھا کہ اپنے ڈیل ڈول کا بھی احساس نہ رہا اور اس نے باقاعدہ طور پر دوڑ لگانے کی ٹھان لی..... کچھ دور تک دوڑا بھی، لیکن حمید کو پالینا کم از کم اس کے بس کا روگ تو نہیں تھا۔ جھلاہٹ بڑھ گئی اور پھر اُس نے دوڑتے ہی دوڑتے جھک کر پتھر اٹھانے کی کوشش کی اور ایک بار پھر ڈھیر ہوگیا۔

اس کے حلق سے مختلف قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ خالص قسم کی گالیاں ہی رہی ہوں، مگر قاسم کو اتنا ہوش کہاں تھا کہ ذہن میں آئی ہوئی گالیاں زبان کی جنبش کا ساتھ دے سکتیں۔

وہ پھر اٹھا اور اس بار اس نے حمید پر پتھر برسانے شروع کردیئے۔ حمید بائیں جانب کھیتوں میں اترتا چلا گیا تھا۔ قاسم جھکتا دونوں ہاتھوں سے پتھر سمیٹتا اور جب سیدھا کھڑا ہوتا تو ہاتھ میں صرف ایک ہی پتھر رہ جاتا بقیہ نیچے جا گرتے۔ ایک پتھر پھینک کر وہ پھر جھک پڑتا۔ بالکل پاگلوں کی سی حالت تھی۔

تقریباً دس منٹ تک یہی کچھ ہوتا رہا۔ پھر حمید نے محسوس کیا کہ لڑکی جاچکی ہے۔ کھیل کی دلچسپی ختم ہوگئی۔ اس نے سوچا کہ اب اس ارنے بھینسے کو قابو میں لانا چاہئے ورنہ یہیں صبح بھی ہوجائے گی۔

''بس.....بس.....صاحبزادے۔'' حمید ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ ''وہ چلی گئی۔''

''میں تمہیں مار ڈالوں غا۔'' قاسم ہانپتا ہوا بولا۔ وہ بُری طرح تھک گیا تھا اور خود بھی یہی چاہتا تھا کہ معاملہ کسی طرح رفع دفع ہوجائے لیکن خود سے ہاتھ روک لینا بھی شان کے خلاف تھا۔

''ابے سمجھنے کی کوشش کیا کرو۔ بس چڑھ دوڑے بھینسوں کی طرح۔'' حمید آگے بڑھتا ہوا بولا۔

''میں کچھ نہیں سمجھوں غا.....تم سالے دغاباز ہو۔''

''مگر تم نے اس طرح گاڑی روکی ہی کیوں تھی۔''

''اچھا کیا تھا.....پھر روقوں غا.....دیکھتا ہوں قوتی سالا کیا کر لیتا ہے۔''

''سالی.....!'' حمید نے تصحیح کی۔ ''وہ رپورٹ ضرور درج کرائے گی۔ نمبر نوٹ کر کے لے گئی ہے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ شہر ہی کی طرف گئی ہے۔ پرنسٹن کا تھانہ راستے میں پڑے گا۔ سمجھے بیٹا! بس اب نکل چلو۔''

حمید قریب آتا جا رہا تھا۔ ادھر پھر قاسم کا ذہن منہ کی کڑواہٹ کی طرف منتقل ہو گیا تھا اور پھر ''تھوتھو.....اُوع اُوع.....!'' اسٹارٹ ہو گئی تھی۔ اور وہ اُکڑوں بیٹھنے کی کوشش کرتا ہوا ایک بار پھر ڈھیر ہو گیا تھا۔ حمید نے قریب پہنچ کر اُسے اٹھایا۔

''ہائے.....میری تقدیر ہی گوبر ہو گئی ہے۔'' قاسم ہانپتا ہوا کراہا۔ بُرا سا منہ بنا کر اوبکائی لی.....اور پھر دونوں ہاتھوں سے سر پیٹتا ہوا بولا۔ ''نہ گھر میں چین نہ باہر چین.....اور ہائے یہ ساالا.....ڈیبٹ کریڈٹ.....سالے ابا جان کب تک زندہ رہو گے۔''

''جب تک میرا دل چاہے گا زندہ رہوں گا۔''

''نہیں جلد ہی مرو غے۔'' قاسم نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ ''قیا قہا۔''

''کچھ نہیں.....چلو.....تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ واقعی ایسی زندگی سے تو یہی بہتر ہے کہ تم مر ہی جاؤ۔''

''اور قیا.....آں.....قیوں! ابے تم خود مر جاؤ.....چلے ہیں تیل پر پانی چھڑکنے.....!''

''جلتی پر تیل چھڑکنا محاورہ ہے۔'' حمید بولا۔

''تیل پر ٹھینگا چھڑکنا محاورہ ہے.....تمہارے باپ سے مطلب۔'' قاسم حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ ''تم نے مجھے قیا پلا دیا تھا.....اُوع.....آخ تھو.....تھوع۔''

''چلو.....گاڑی ہٹاؤ بیٹا! تم نے سڑک روک رکھی ہے.....!'' حمید اس کے شانے پر تھپکی دیتا ہوا بولا۔ ''طاقت کی دوائی پلائی تھی.....ورنہ ہارٹ فیل ہو جاتا۔''

قاسم بُرا سا منہ بنائے بڑبڑاتا ہوا سہہ راہے کی طرف چلنے لگا۔ منہ کی کڑواہٹ بڑھتی ہی

جارہی تھی۔

''ارے.....!'' یک بیک حمید اچھل پڑا۔

''قیا ہوا.....!''

مگر حمید کے تو حواس ہی غائب ہو چکے تھے۔ وہ قاسم کے سوال کا جواب کیا دیتا۔ ہینڈ بیگ غائب تھا۔ وہ اُسے موٹر سائیکل کی ٹنکی ہی پر چھوڑ گیا تھا۔

اُسے اُن کاغذات کا خیال آیا جو اُس نے فریدی کیلئے ایک آفیسر سے حاصل کئے تھے۔

وہ قاسم کو چھوڑ کر تیزی سے سہہ راہے کی طرف جھپٹا۔ لیکن مایوسی ہی ہوئی۔ ہینڈ بیگ حقیقتاً غائب تھا۔ قاسم کی گاڑی بھی دیکھ ڈالی.....مگر وہاں کہاں ملتا۔ اُسے اچھی طرح یاد تھا کہ وہ اُسے اپنی آٹو سائیکل کی ٹنکی ہی پر چھوڑ گیا تھا۔

''تو پھر.....وہ لڑکی.....!''

''اے.....قیا ہوا.....بتاتے کیوں نہیں۔'' قاسم نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

''میرا ہینڈ بیگ۔''

''میں قیا جانوں۔''

''ابے تو تجھ سے کون پوچھ رہا ہے۔'' حمید جھلا گیا۔

اس نے موٹر سائیکل سنبھال لی۔ اُسے یقین تھا کہ ہینڈ بیگ لڑکی ہی لے گئی ہے۔ اس نے اسے شہر والی سڑک پر گاڑی موڑتے دیکھا تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ بھی شہر کی ہی طرف جا رہا تھا۔ یہ سوچے بغیر کہ اتنی تیز رفتاری کسی حادثے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

# 16

# گرفتاری

دوسری شامت اور اس شامت کا تعلق بھی قاسم ہی کی ذات سے تھا۔ حمید کی روانگی اس طرح ہوئی تھی کہ قاسم کے فرشتے بھی اس کا تعاقب نہ کر سکتے۔

بہر حال کچھ دیر بعد وہ بھی شہر ہی کی طرف پلٹا اور بہت محتاط ہو کر ڈرائیو کر رہا تھا۔

ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ فریدی کی کوٹھی کا رخ کرتا؟ مگر معاملہ تھا ایک خوبصورت لڑکی کا جو حمید کا ہینڈ بیگ لے بھاگی تھی اس لئے آگے کی کہانی بہر حال دلچسپی سے خالی نہ ہوتی اور پھر وہ ایک ایسی لڑکی تھی جس نے قاسم کو بھی تو بے تحاشہ سنائی تھیں۔

اتنی عقل وہ بھی رکھتا تھا کہ ہینڈ بیگ لڑکی ہی لے گئی ہوگی۔ وہاں اور تھا ہی کون! کوئی چوتھا آدمی ہوتا تو یہ جاننے کی کوشش ضرور کرتا کہ کار اور موٹر سائیکل کے مالک کہاں گئے۔

بہر حال وہ اس وقت کوٹھی میں پہنچا، جب فریدی فون کے قریب بیٹھا حمید کے بارے میں کسی اطلاع کا منتظر تھا۔

اس نے اسے اندر ہی بلوا لیا۔ قاسم آنے کو تو چلا آیا تھا، کارڈ بھی اندر بھجوا دیا تھا کہ حمید موجود ہے یا نہیں۔ ملازم اُسے اچھی طرح پہچانتا تھا اس لئے کارڈ لیتے وقت اس نے بھی نہیں پوچھا تھا کہ اُسے کس سے ملنا ہے۔

اچانک فریدی کا سامنا ہوا اور قاسم بوکھلا گیا اور چھوٹتے ہی اس کی زبان سے نکلا۔ ''ہینڈ بیگ ملا یا نہیں۔''

''کیسا ہینڈ بیگ۔''

''اُو..... ہی ہی ہی..... حمید بھائی نے نہیں بتایا کیا۔''

''بیٹھ جاؤ۔'' فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

قاسم نروس ہو گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ پتہ نہیں فریدی کو حالات کا علم تھا یا نہیں۔ بہر حال اس نے کسی قدر سنبھلتے ہوئے پوچھا۔ ''حمید بھائی کہاں ہیں؟''

''کسی ہینڈ بیگ کے متعلق تم نے پوچھا تھا۔'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''اوہ..... جی ہاں..... وہ ایک لونڈیا..... اررہپ..... لڑکی لڑکی..... جی ہاں وہ لے بھاگی تھی حمید بھائی کا ہینڈ بیگ۔''

''کب کی بات ہے۔''

''آج کی..... ابھی کی..... حمید بھائی.....!''

''تمہیں کیسے علم ہوا۔''

بدقت تمام اس نے پوری کہانی اگلوائی اور اس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔ آخر اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔ ''لڑکی کا حلیہ بتا سکو گے۔''

''جی بڑی خوبصورت تھی!'' قاسم نے جلدی سے کہا اور دانت نکال دیئے۔

''یہ حلیہ ہے۔''

''اللہ قسم بڑی خوبصورت تھی۔ حمید بھائی سے پوچھ لیجئے گا۔ میں جھوٹ قیوں بولنے لگا۔''

''شہر میں ہزاروں خوبصورت لڑکیاں ہوں گی۔ کوئی ایسی خاص بات بتاؤ جس کی بناء پر اسے پہچانا جاسکے۔''

''خاص بات..... خاص بات۔'' قاسم یادداشت پر زور دیتا ہوا بولا۔ ''جی خاص بات قیا بتاؤں..... بس نیچے سے اوپر تک سب خاص ہی باتیں تھیں۔''

فریدی نے ایک طویل سانس لی اور شدید ترین الجھنوں کے باوجود بھی مسکرا پڑا۔

''اچھا تو اس کی گاڑی ہی کے متعلق بتاؤ کہ کس قسم کی تھی۔'' اس نے کہا۔

''سرخ رنگ کی اسپورٹس کار تھی شائد۔ جی ہاں وہی تھی..... اور لڑکی کا لباس بھی سرخ ہی تھا..... سرخ اسکرٹ۔''

''غیر ملکی تھی۔''

''جی نہیں۔'' اردو میں باتیں کررہی تھی۔

''میں پوچھ رہا ہوں وہ دیسی تھی یا غیر ملکی۔ بہتیرے غیر ملکی دوسری زبانوں کے لہجوں پر بھی قادر ہوتے ہیں۔''

''بلقل دیسی تھی.....جی ہاں.....دیسی ہی تھی۔''

''حمید تار جام ہی کی طرف واپس گیا تھا یا شہر کی جانب۔''

''شہر ہی کی طرف آئے تھے۔''

''کیا وقت رہا ہوگا۔''

''شام تھی.....سورج غروب نہیں ہوا تھا۔ کیا کوئی گھپلے والی بات ہے قرنل صاحب۔''

''بس اب تم جاؤ.....اس واقعہ کا تذکرہ اگر کسی سے کیا تو نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہوگے۔'' فریدی نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ اس وقت آٹھ بج رہے تھے۔

''یعنی کہ.....مم.....مطلب.....!''

''کچھ نہیں۔'' فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''اگر ضرورت پیش آئی تو باقاعدہ طور پر تمہارا بیان لیا جائے گا اس سے پہلے تم ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالو گے۔''

''جی اچھا.....مم.....مگر حمید بھائی کہاں ہیں۔''

''اس فکر میں نہ پڑو.....جاؤ! جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے خلاف نہ ہونے پائے۔''

قاسم کے جانے کے بعد اس نے فون پر ایکسچینج سے ''طویل فاصلے'' کی کال کیلئے کہا۔

''تار جام۔''

''او کے سر.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ لائن اتفاق سے خالی ہی مل گئی تھی۔

تار جام پولیس اسٹیشن سے رابطہ قائم کر کے اس نے انچارج کو مخاطب کیا۔ اس سے پہلے بھی ایک بار اس نے پوچھ گچھ کی تھی، لیکن اس بار سوالات کی نوعیت دوسری تھی۔

''کسی نے حمید کو وہاں سے روانہ ہوتے بھی دیکھا تھا۔'' اس نے پوچھا۔

''اوہ.....جی ہاں۔ میں ہی انہیں گیٹ تک چھوڑنے گیا تھا۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔

''کیا آس پاس سرخ رنگ کی کوئی اسپورٹس کار بھی موجود تھی۔''

''اسپورٹس کار..... کیوں؟ جی ہاں میرا خیال ہے کہ میں نے سرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار دیکھی تھی۔گیٹ کے سامنے والے پمپنگ اسٹیشن پر.....غالباً وہ لڑکی پیٹرول لے رہی تھی۔''

''لڑکی۔''

''اوہ جی ہاں۔'' دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا گیا۔''دیکھئے بات دراصل یہ ہے کہ شائد میں اس کار کی طرف دھیان بھی نہ دیتا لیکن لڑکی کا اسکرٹ بھی سرخ رنگ کا تھا۔''

''حمید کس وقت روانہ ہوا تھا وہاں سے۔''

''تین بجے۔''

''اچھا پونے تین بجے سے سوا تین بجے تک پیٹرول لینے والی گاڑیوں کے نمبر حاصل کیجئے۔ممکن ہے کسی نمبر کے متعلق یقین کے ساتھ بتایا جاسکے کہ وہ اسی اسپورٹس کار کا ہے۔میرا خیال ہے کہ جس چیز نے آپ کی توجہ اس کی جانب مبذول کرائی تھی وہی پمپنگ اسٹیشن کے کسی کارندے کی یادداشت کو بھی جھنجھوڑ سکے گی۔''

''مگر وہ لوگ نمبر اور وقت کب نوٹ کرتے ہیں۔''

''کیا؟'' فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔''ان کا فرض ہے کہ وہ ایسا کریں۔نہیں کرتے تو آپ اُن سے جواب طلب کرسکتے ہیں۔مگر شائد آپ کو بھی اس سرکلر کا علم نہیں جو ساحلی علاقوں کے پمپنگ اسٹیشنوں کے لئے جاری کیا گیا تھا۔''

''مجھے نہیں معلوم جناب۔'' لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔

''یہ لاعلمی افسوس ناک ہے۔خیر..... ہاں تو سنئے۔تین ماہ پہلے ایسے تمام پمپنگ اسٹیشنوں کے لئے جو ساحلی علاقوں میں ہیں یہ احکامات جاری کئے گئے تھے کہ وہ گاڑی کے نمبر اور فلنگ کا وقت ضرور نوٹ کریں۔ایسا نہ کرنا خلاف قانون سمجھا جائے گا۔''

''اوہ.....تب تو نمبر آسانی سے مل سکے گا۔''

''آدھے گھنٹے کے اندر درج کئے جانے والے نمبر کافی ہوں گے۔اُن میں سے جو نمبر تارجام ٹریفک کے تحت ہوں ان کے متعلق معلومات حاصل کیجئے.....میرا خیال ہے کہ اس کام

کے لئے صرف ایک گھنٹہ کافی ہوگا اور اگر کسی نمبر کے متعلق وثوق کے ساتھ معلوم ہو سکے کہ وہ اسی گاڑی کا ہے تو تار جام کی ٹریفک کے تحت نہ ہونے کی صورت میں فوراً مجھے آگاہ کیجئے۔''

''بہت بہتر۔''

فریدی نے سلسلہ منقطع کر کے قدرے توقف کے ساتھ پھر کسی کے نمبر ڈائیل کئے۔

''ہیلو..... فریدی اسپیکنگ..... کیپٹن حمید لاپتہ ہے۔ فی الحال اسے شہر ہی میں تلاش کرو..... ہاں..... ہاں.....نہیں تفریح گاہوں میں پائے جانے کے امکانات نہیں ہیں۔''

سلسلہ منقطع کر کے اس نے سگار سلگایا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر لیڈی انسپکٹر ریکھا کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوری طور پر جواب ملا۔

''ہنری گیل کیس کا فائیل اس وقت تمہارے پاس ہے یا آفس میں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''فف فائیل۔'' ریکھا ہکلائی پھر مضطربانہ انداز میں بولی۔ ''میں بڑی مصیبت میں پھنس گئی ہوں کرنل۔ وہ فائیل میں نے آج ہی کھو دیا۔ اب میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کروں۔''

''چپ چاپ یہاں چلی آؤ۔ تمہیں پہلے ہی سے اطلاع دینی چاہئے تھی۔'' فریدی پرسکون لہجے میں بولا۔

حمید آندھی اور طوفان کی طرح کراسنگ سے روانہ ہوا تھا۔ اس سے ایک غیر ذمہ دارانہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ اُسے ہینڈ بیگ کی طرف سے لاپرواہ نہ ہونا چاہئے تھا۔

کاغذات اہم رہے ہوں یا نہ رہے ہوں۔ بہرصورت اس کی ذمہ داری اُسی وقت ختم ہوتی جب وہ فریدی تک پہنچ جاتے۔

کاغذات کے متعلق اُسے یقین تھا کہ وہ اہم ہی ہوں گے۔ ورنہ اُسے کیوں بھیجا جاتا۔

یہ کام تو محکمے کا ایک معمولی میسنجر بھی کر سکتا تھا۔

بہر حال وہ پاگلوں کی طرح ڈرائیو کرتا رہا اور لعنت بھیجتا رہا اپنے اس رجحان پر جس کی بدولت اس حادثے کا شکار ہوا تھا۔

یکے بعد دیگرے کئی خیالات اُس کے ذہن میں چکراتے رہے۔ اگر لڑکی نے کاغذات ہی کے لئے ہینڈ بیگ پر ہاتھ صاف کیا تھا تو وہ کوئی دوسرا طریقہ بھی اختیار کرتی۔ کچھ نہ کچھ سوچ کر ہی وہ اس کے پیچھے لگی ہوگی اور یہ اتفاق ہی تھا کہ قاسم اس طرح آ کودا..... حالات نے لڑکی کا ساتھ دیا اور وہ کسی کدوکاوش کے بغیر ہی کاغذات پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہوگئی۔

مگر اب اس کا کیا حشر ہوگا۔ یہ بدحواسی کاغذات تک تو نہیں پہنچا سکتی۔ کیا راستے ہی میں کہیں وہ سرخ رنگ کی اس اسپورٹ کار کو پکڑ سکے گا؟ اگر نہیں .....تو..... یہ بھاگ دوڑ اُسے کہاں لے جائے گی۔ گاڑی کا نمبر بھی اس نے نہیں دیکھا تھا۔ شہر میں اسی شناخت اور رنگت کی سینکڑوں گاڑیاں ہوں گی۔

کچھ بھی ہو! وہ خالی ہاتھ فریدی کا سامنا نہیں کر سکتا۔ کس منہ سے اسے اطلاع دیتا کہ ایک لڑکی اُسے بیوقوف بنا گئی تھی۔ یہ ناممکن ہے۔ اس نے سوچا۔ وہ بذات خود فریدی کو اس کی اطلاع نہ دے سکے گا۔

موٹر سائیکل فراٹے بھرتی رہی۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔ کہیں کہیں اِکا دُکا پیدل چلنے والے دیہاتی نظر آ جاتے اور حمید رفتار کم کر کے ان سے سرخ رنگ کی کسی گاڑی کے متعلق پوچھتا۔ پھر یک بیک اسے ایک ایسا آدمی نظر آ گیا کہ موٹر سائیکل روک ہی دینی پڑی۔ یہ بھی دیہاتی ہی تھا جس کے کاندھے پر رکھے ہوئے لٹھ کے سرے پر حمید کو اپنا ہینڈ بیگ جھولتا دکھائی دیا۔

ہینڈ بیگ کے حوالے پر وہ بوکھلا گیا اور اس نے بتایا کہ وہ ایک تیز رفتار گاڑی سے اس کے منہ پر کھینچ مارا گیا تھا۔

حمید نے تیزی سے ہینڈ بیگ کا جائزہ لے ڈالا۔ سب کچھ موجود تھا سوائے ان کاغذات کے.....کاغذات نکال لئے گئے تھے۔

وہ پھر چل پڑا..... دیہاتی کے بیان کے مطابق وہ اب بھی اس کی دسترس سے باہر نہیں تھی۔ خیال تھا کہ شہر پہنچنے سے پہلے ہی وہ اُسے جا لے گا۔

یک بیک اُسے قاسم پر بھی غصہ آنے لگا۔ آخر اس مردود نے اس طرح گاڑی روکی ہی کیوں تھی؟ لیکن وہ مردود بھی فی الحال پہنچ سے باہر ہی تھا۔ ورنہ وہ اس کی حجامت بنا کر رکھ دیتا۔

اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ اس نے ہیڈ لیمپ روشن کر دیا لیکن اسپورٹس کار کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

وہ شہر میں بھی داخل ہو گیا اور پہلی ہی کراسنگ پر رک کر ٹریفک کانسٹیبل سے سرخ رنگ کی اسپورٹس کار کے متعلق پوچھنے لگا۔

''ہاں..... سارجنٹ صاحب اُس کا پیچھا کر رہے ہیں۔'' ٹریفک کانسٹیبل نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''کیوں؟''

''کدھر گئی ہے۔''

ٹریفک کانسٹیبل نے بائیں جانب اشارہ کیا۔ مزید پوچھ گچھ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ غالباً تیز رفتاری کی بناء پر کسی ٹریفک سارجنٹ نے اُسے چیک کر لیا ہو گا۔ روکنے کی کوشش کی ہو گی لیکن تعمیل نہ ہونے پر اس کا تعاقب کرنا پڑا ہو گا۔

حمید نے اپنی گاڑی بائیں جانب موڑ دی۔ ایک ہی فرلانگ کے بعد سڑک کے کنارے بھیڑ نظر آئی..... سرخ اسپورٹس کار کی جھلکیاں بھیڑ کے اندر سے بھی نظر آ رہی تھیں۔ حمید نے اطمینان کا سانس لیا اور موٹر سائیکل بھیڑ کے قریب ہی روکی۔ ٹریفک سارجنٹ اپنی کاپی پر کچھ لکھ رہا تھا اور ایک بھدی سی وضع کا بے ہنگم آدمی اُس کے قریب کھڑا زیرِ لب بڑبڑا رہا تھا۔

حمید موٹر سائیکل چھوڑ کر گاڑی کی طرف بڑھا۔ لیکن وہ لڑکی تو کہیں بھی نہ دکھائی دی۔

''لڑکی کہاں ہے۔'' حمید نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

سارجنٹ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ شائد وہ اسے پہچانتا تھا۔

اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی لیکن پھر وہ سنجیدگی سے بولا۔ ''آپ کس

لڑکی کے متعلق پوچھ رہے ہیں جناب۔"

"جو گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی۔"

"لڑکی....." اس نے حیرت سے کہا۔" جی نہیں۔ یہ گاڑی تو یہ حضرت ڈرائیو کر رہے تھے۔"

حمید نے قریب کھڑے ہوئے آدمی کو غور سے دیکھا۔ یہ ایک بدشکل یوریشین تھا۔

"یہ گاڑی ایک لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی۔" حمید نے آنکھیں نکال کر سخت لہجے میں کہا۔

یوریشین نے ٹھنڈی سانس لی اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔"اب تو اس مصیبت میں پھنس ہی گیا ہوں۔ آپ مجھے لڑکی بھی سمجھ سکتے ہیں جناب۔"

"میں تمہاری کھال بھی کھینچ سکتا ہوں۔ سارجنٹ اسے روکے رکھو۔ میں گاڑی کی تلاشی لوں گا۔"

پچھلی سیٹ پر اُسے پرانے کاغذات میں لپٹی ہوئی کوئی چیز نظر آئی۔ اس نے اُسے اٹھا کر اخبار کی تہہ کھول ڈالی اور دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

یہ ایک فائیل تھا جس پر اس کے محکمے کی مہر تھی اور اوپر نیلی روشنائی سے "ہنری گیل کیس" تحریر تھا۔ فائیل کھولنے پر دوسرے کاغذات کے درمیان وہ لفافہ بھی مل گیا جو اس کے بیگ سے اڑایا گیا تھا۔ اس نے فائیل کو دوبارہ اخبار میں لپیٹ کر سیٹ ہی پر ڈال دیا اور سارجنٹ سے بولا۔

"یہ آدمی زیرِ حراست ہے۔"

"کیوں جناب؟" یوریشین کا لہجہ غصیلا تھا۔

"اس کا جواب تمہیں حوالات ہی میں مل سکے گا۔" حمید نے کہا۔ پھر سارجنٹ سے بولا۔

"پرنسٹن کے سیکنڈ آفیسر کو دو کانسٹیبلوں سمیت یہاں بھیج دو۔ میرا نام لینا۔"

"میں چالان لکھ چکا ہوں جناب۔" سارجنٹ بولا۔

"پرواہ مت کرو! وہ تمہارا کیس ہے۔ اس نے اپنا نام کیا لکھوایا ہے۔"

"ہنری گیل.....!"

حمید اچھل پڑا۔ تو یہ ہنری گیل تھا جس کے خلاف اس کا محکمہ ان دنوں گہری تفتیش کر رہا تھا۔ حمید کو اس کیس کے متعلق تفصیلات کا علم نہیں تھا۔ مگر اتنا تو جانتا ہی تھا کہ اس کے خلاف ابھی تک اس قسم کے ثبوت مہیا نہیں ہو سکے تھے جن کی بناء پر اُسے گرفتار کیا جا سکتا۔

بیس منٹ کے اندر ہی اندر ہنری گیل کو سرخ کار سمیت پرنسٹن اسٹریٹ کے تھانے میں پہنچا دیا گیا۔

حمید نے تھانے ہی سے فریدی کو فون کیا اور دوسری طرف سے اُسے لیڈی انسپکٹر ریکھا کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ہولڈ آن کرے۔ فریدی باہر جانے کے لئے لباس تبدیل کر رہا ہے۔ ریکھا نے اس کی آواز پہچان لی تھی اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ حمید نے اُسے کچھ نہ بتایا۔ لیکن اندازہ کر لیا کہ فریدی حالات سے آگاہ ہو چکا ہے۔ ویسے اس وقت کوٹھی میں ریکھا کی موجودگی اس کیلئے متحیر کن ضرور تھی۔

چند لمحوں کے بعد فریدی کی آواز آئی اور حمید نے چھوٹتے ہی کہا۔ ''میں نے ہنری گیل کو حراست میں لے لیا ہے۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''جہاں کہیں بھی ہو فوراً واپس آؤ۔ مجھے حالات کا علم ہو چکا ہے۔''

''اب دوسرے حالات ہیں۔'' حمید بولا۔ ''کیا آپ پرنسٹن کے تھانے تک آنا پسند کریں گے۔ ہنری گیل کو ایسے مواد سمیت گرفتار کیا ہے کہ اُسے دنیا کی کوئی عدالت بری نہ کر سکے گی۔ اوہ..... آپ فکر نہ کیجئے۔ شائد آپ کو قاسم سے اطلاع ملی ہو۔ مگر اس وقت وہ کاغذات بھی میرے ہی قبضے میں ہیں جو میں نے تارجام میں حاصل کئے تھے۔''

''اچھا..... ٹھہرو..... میں آ رہا ہوں۔'' فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

حمید نے ریسیور کریڈل میں ڈال کر ایک طویل سانس لی۔

ہنری گیل حوالات کا سلاخوں دار دروازہ ہلا ہلا کر چیخ رہا تھا۔ ''مجھے کیوں بند کیا گیا ہے..... یہ دھاندلی نہیں چلے گی۔''

# دھواں

پرنسٹن کا سیکنڈ آفیسر کئی بار دانت پیس کر اٹھا تھا لیکن حمید نے اسے روک دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ فریدی کی آمد سے قبل ہنری گیل پر کسی قسم کی سختی کی جائے۔ ویسے اس کا غل غپاڑہ اسے بھی بے حد گراں گذرتا رہا تھا۔

پھر فریدی کی آمد پر گیل نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ فریدی نے گیل سے گفتگو کرنے سے پہلے سارے حالات سنے تھے اور اب وہ سلاخوں کے قریب کھڑا اُسے گھور رہا تھا۔ گیل کبھی اس کی طرف دیکھتا اور کبھی نظریں چرانے لگتا۔

بالآخر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''مجھے حراست میں لینے کی وجہ بتائی جائے۔''

''تمہاری گاڑی سے ایک ایسا فائیل برآمد ہوا ہے جو میرے محکمے کے ایک دفتر سے چرایا گیا تھا۔'' فریدی نے آہستہ سے جواب دیا۔

''تو اب یہ چال چلی گئی ہے مجھے پھانسنے کے لئے۔'' گیل غرایا۔

لیکن فریدی نے اس کے لہجے کی پرواہ کئے بغیر اپنی آواز میں نرمی برقرار رکھی۔ اس نے کہا۔ ''کیپٹن حمید نے آج تارجام میں ایک آفیسر سے کچھ ایسے کاغذات حاصل کئے تھے جن کے ذریعہ تمہارے خلاف کافی ثبوت ملنے کے امکانات تھے لیکن ایک لڑکی نے اسے دھوکا دے کر وہ کاغذات اسکے بیگ سے نکال لئے اور وہ کاغذات بھی تمہاری ہی گاڑی سے برآمد ہوئے ہیں۔''

''لڑکی .....!'' گیل آہستہ سے بڑبڑایا۔ اب اس کی آنکھوں میں غصے کی لہروں کی بجائے استعجاب کی جھلکیاں نظر آرہی تھیں۔

فریدی پھر بولا۔ ''وہ لڑکی اسی گاڑی میں تھی اور اس نے تارجام سے کیپٹن حمید کا تعاقب شروع کیا تھا وہ اسی رنگ کے اسکرٹ میں تھی جس رنگ کی کار ہے۔''

''اوہ.....!'' گیل کی آنکھیں پھیل گئیں اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔

''تمہیں علم ہے کہ ہم تمہاری سماج دشمن سرگرمیوں کے متعلق تفتیش کررہے تھے۔ یہ فائیل

بھی اس سے متعلق ہے.....اور یہ بھی چرایا گیا تھا۔''

''مم.....میں اب ڈوب گیا کرنل۔'' گیل اس طرح بیٹھتا ہوا بولا جیسے یک بیک سر چکرا گیا ہو۔

''تم غلط نہیں کہہ رہے۔'' فریدی مسکرایا۔''اب ہم تمہاری گرفتاری کے لئے معقول جواز رکھتے ہیں، جن سرگرمیوں کے الزام میں ہم تمہیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق ابھی تک واضح ثبوت نہیں فراہم کر سکے تھے اب یہ مسئلہ بھی آسان ہو جائے گا۔''

''کاش میں اس سُوّر کے بچے سے واقف ہوتا۔'' گیل دانت پیس کر بڑبڑایا۔ پھر سنبھل کر بولا۔''میری کہانی پر یقین نہیں کیا جائے گا۔ میں جانتا ہوں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ اب رہائی ناممکن ہے۔ پھر بھی میں صفائی پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ بُری طرح پھنس گیا ہوں.....اُو خدا.....شائد میرے فرشتے بھی نہ سوچ سکتے کہ زینی اسی سُوّر کے بچے کی ایجنٹ ہوگی۔''

''آہا.....تو کوئی کہانی بھی ہے۔'' فریدی مسکرایا۔

اتنے میں حمید نے آگے بڑھ کر کہا۔''مجھے اجازت دیجئے..... مجھے اپنے ذہن کی اُوور ہالنگ کرنی ہے۔ آج کا دن بھی یادگار ہی تھا۔''

''تم جا سکتے ہو۔'' فریدی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ پھر گیل سے بولا۔''اس کی پرواہ نہ کرو کہ مجھے تمہاری کہانی پر یقین آئے گا یا نہیں۔ شروع ہو جاؤ میں سب کچھ سننے پر تیار ہوں۔''

گیل نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ اب وہ للچائی ہوئی نظروں سے فریدی کے سگار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بالآخر اس نے کہا۔''کیا مجھے ایک سگریٹ مل سکے گی۔''

''اصول کے خلاف ہے۔ سلاخوں کے باہر ضرور مل سکتی۔''

''خیر..... میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ مجھے پھانسا گیا ہے۔ یا تو تم ہی لوگوں نے پھانسا ہے یا پھر اس سُوّر کے بچے نے۔''

''سُوّر کا بچہ.....صرف سُوّر کا نہیں کہلاتا۔'' فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔''پالنے والے اکثر کوئی نام بھی رکھتے ہیں۔''

''میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے.....!''

''بڑی پرانی کہانی ہے گیل۔'' فریدی نے طویل سانس لی۔ ''کان پک گئے ہیں سنتے سنتے۔ ابھی کچھ ہی دن ہوئے سر سجاد نے بھی ایسی ہی ایک کہانی سنائی تھی لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ اس کے لئے پھانسی کا پھندا تیار کیا جا چکا ہے۔''

گیل کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ''مجھے علم ہے۔ اُس نے آپ کو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ اگر ایسا ہی ہوا تو مجھے پھانسی کا پھندا قبول کرتے وقت قطعی افسوس نہ ہوگا..... ہاں ٹھیک ہے میری کہانی سر سجاد کی کہانی سے مختلف نہیں ہے۔''

''میرے پاس وقت کم ہے۔'' فریدی نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''وہ ایک بلیک میلر ہے۔''

فریدی نے پھر طویل سانس لی۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ گیل کہتا رہا۔ ''وہ ایسے لوگوں کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرتا ہے جن کے خلاف پولیس کوئی ثبوت نہیں فراہم کرسکتی۔ تاک میں رہتا ہے کہ کب کسی کے خلاف پولیس تفتیش شروع کرے اور وہ اُسے بلیک میل کرنا شروع کردے، اسکے پیغامات فون ہی پر ملتے ہیں۔ مجھ سے بھی اس نے کہا تھا کہ پولیس ابھی تک میرے خلاف ثبوت نہیں مہیا کرسکی، لیکن وہ مجھے گرفتار کرا سکتا ہے۔ ایسے ثبوت مہیا کرسکتا ہے کہ پولیس فوراً ہی ہتھکڑیاں لگادے۔ اس نے مجھ سے پچاس ہزار کا مطالبہ کیا تھا..... میں نے دھتکار دیا۔''

''تم ایسے ہی پاک ہو۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔

''یقیناً.....!'' گیل مسکرایا۔ ''میرا دعویٰ ہے کہ جن الزامات کے تحت میرے خلاف تفتیش کی جارہی ہے وہ قطعی غلط ہیں۔''

''ہاں..... آں۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ ''فی الحال انہیں تو الگ ہی رکھو۔''

''رکھنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ میری کار سے ایسے کاغذات برآمد ہوئے ہیں جو آپ کے محکمے سے چرائے گئے تھے اور کاغذات بھی کیسے..... جن کا تعلق خود میرے ہی کیس سے تھا۔ میں نے اُسے دھتکار دیا تھا۔ اس لئے سلاخوں کے پیچھے نظر آرہا ہوں۔ اب اس کا بزنس خوب چمکے

گا۔ دوسرے ڈریں گے، اور چپ چاپ بلیک میل ہوتے رہیں گے۔"

"کار تمہاری ہی ہے۔"

"جی ہاں! زینی نے مجھے فریب دیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ اپنے ایک دوست کو بیوقوف بنانا چاہتی ہے۔ لہٰذا میں نیا گراوالی سڑک پر اُس کا انتظار کروں..... میرے پاس دو گاڑیاں ہیں۔ ایک یہ اسپورٹس کار اور ایک بڑی گاڑی۔ سپورٹس کار وہ لے گئی تھی..... اسکیم یہ تھی کہ وہ اپنے ایک دوست کا تعاقب کرتی ہوئی اُس جگہ تک آئے گی، جہاں مجھے اس کا انتظار کرنا تھا۔ اس کا دوست موٹر سائیکل پر ہوگا اپنی اسپورٹس کار اُس کے پیچھے دیکھ کر میں سمجھ جاؤں گا کہ اسی آدمی کو روکنا ہے۔ اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ خواہ کتنی ہی دیر کیوں نہ ہو جائے میں اس کا انتظار کرتا رہوں۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ میں اس کے دوست کو کیوں روکوں گا اور وہ صرف تعاقب ہی پر کیوں اکتفا کرے گی اور وہاں کیوں رکوانا چاہتی ہے۔ بہر حال وہ تقریباً پانچ گھنٹے کے بعد وہاں پہنچی تھی۔ میں سڑک کے کنارے اپنی دوسری گاڑی میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ تنہا تھی اور کچھ پریشان سی نظر آ رہی تھی۔ موٹر سائیکل پر کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جسے مجھے روکنا پڑتا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں جلدی سے اسپورٹ کار میں بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہو جاؤں۔ اس سے ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے..... وہ میری دوسری کار میں پھر تارجام ہی کی طرف واپس جائے گی تاکہ سچویشن کا اندازہ کر سکے۔ اس کی ہیجانی کیفیت دیکھ کر میں بھی نروس ہو گیا تھا۔ میں نے بڑی گاڑی چھوڑ دی اور اسپورٹس کار میں بیٹھ کر شہر کی طرف چل پڑا۔ میں آپ سے کیا بتاؤں..... یہ کتنا بڑا گدھا پن تھا۔ میرے اس فعل میں قوتِ فیصلہ کو دخل نہیں تھا۔ بس اسے اضطراری حرکت ہی کہوں گا۔ راستے میں مجھے خطرے کا احساس ہوا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ وہ تارجام کی طرف واپس جا چکی تھی۔ میں نے سوچا کہ بس مارا مار گھر پہنچ جاؤں۔ پتہ نہیں وہ کیا کر کے آئی ہو۔ تیز رفتاری کی بناء پر ایک چوراہے پر مجھے رکنے کا سگنل بھی ملا تھا لیکن میں اتنا نروس ہو چکا تھا کہ اس کی طرف دھیان تو دیا لیکن گاڑی نہ روک سکا۔ بالآخر سارجنٹ نے تعاقب کر کے مجھے روکا۔ اور..... اور یہ مصیبت نازل ہو گئی۔"

فریدی چند لمحے خاموشی سے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''وہ کس قسم کے لباس میں تھی۔''

''زرد رنگ کی ساری میں۔ کبھی میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ زرد رنگ میں بہت اچھی لگتی ہے۔ لہٰذا وہ ہمیشہ زرد ہی ساری میں مجھ سے ملتی ہے۔''

''نہیں..... واپسی پر وہ کس لباس میں تھی۔''

''اُسی ساری میں جناب۔''

''لیکن کیپٹن حمید نے اُسے سرخ اسکرٹ میں دیکھا تھا۔''

''اب تو فراڈ ہی ٹھہرا..... سب کچھ ممکن ہے۔'' گیل نے ٹھنڈی سانس لی۔

''تم بہت چالاک آدمی ہو! کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ اس طرح بیوقوف بن گئے ہو۔''

''میری شکل دیکھئے۔ آج تک کسی بدصورت لڑکی نے بھی میری پرواہ نہیں کی۔ وہ مجھ سے مانوس ہوگئی تھی۔ بچوں کی سی حرکتیں کرتی تھی اور مجھے ذہن پر زور دیئے بغیر سب کچھ برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اس کی ناز برداری کرنی پڑتی تھی۔ سنا ہے کہ ارسطو جیسے فلسفی کو بھی ایک بار ایک خوبصورت لڑکی نے گھوڑا بنا دیا تھا۔''

''وہ تم سے کب ملی تھی۔''

''چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔''

''بلیک میلر کا پہلا پیغام کب ملا تھا۔''

''شائد پندرہ دن گذرے۔''

''بہرحال..... تم دونوں کے تعلقات قریبی تھے۔''

''ایسا نہ ہوتا تو وہ مجھے اُلو کیسے بنا سکتی۔''

''تمہارے ساتھ ہی رہتی تھی۔''

''جی نہیں..... شاپور بلڈنگ کے آٹھویں فلیٹ میں۔ یہ عمارت روکسی اسکوائر میں ہے۔''

فریدی نے پتہ نوٹ کیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''اب تم اپنا یہی بیان لکھوا دو۔''

''میں تیار ہوں۔''

فریدی نے انچارج کو اشارہ کیا اور اپنی موجودگی ہی میں بیان لکھوا کر اُس پر گیل کے دستخط لیے۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ شاپور بلڈنگ کے قریب نظر آیا۔

حمید گھر پہنچتے ہی بستر پر ڈھیر ہوگیا اور سوچ رہا تھا کہ ان الجھنوں سے چھٹکارا پانے کے بعد بڑی شاندار نیند آنی چاہئے۔ اُسے اس کی فکر بھی نہیں تھی کہ ہنری گیل نے کس قسم کا بیان دیا ہوگا کیونکہ وہ تو یہی چیختا رہا تھا کہ اُسے زبردستی پھانسا گیا ہے۔

''جہنم میں جائے۔'' اس نے بڑبڑاتے ہوئے کروٹ بدلی اور ہاتھ بڑھا کر تپائی سے پائپ اٹھایا۔ پھر تمباکو کا ڈبہ بھی اٹھانے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور وہ جھنجھلا کر اٹھ بیٹھا۔

ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔ ''ہیلو.....!''

''اوہ.....تو گھر ہی پر ہو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''لیکن بے خبر سو رہا ہوں۔'' حمید دانت پیس کر بولا۔

''روکسی اسکوائر میں شاپور بلڈنگ ہے۔ اس کے آٹھویں فلیٹ میں فوراً پہنچو۔''

''پہنچ گیا۔'' اس نے جھلا کر ریسیور پٹخ دیا۔

کال فریدی کی تھی اس لئے اٹھنا ہی پڑا۔ دوسری طرف وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ فریدی پرسٹن کے تھانے سے یک بیک روکسی اسکوائر کیسے جا پہنچا۔

تقریباً بیس منٹ بعد وہ بھی روکسی اسکوائر کی اسی سڑک پر نظر آیا جس پر شاپور بلڈنگ واقع تھی۔

آٹھویں فلیٹ میں داخل ہوتے وقت اس نے دستک دے کر کسی سے اجازت طلب

کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی اندر موجود ہوگا ورنہ فلیٹ ہی میں پہنچنے کے لئے کیوں کہتا۔

فریدی کے علاوہ اُسے وہاں اور کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ وہ ایک سوٹ کیس کھولے ہوئے کپڑوں کی تہیں الٹ رہا تھا۔

''دروازہ بند کر کے بولٹ کردو۔'' اس نے سر اٹھائے بغیر کہا۔

حمید دروازہ بند کر کے مڑا۔ فریدی سوٹ کیس کو فرش ہی پر چھوڑ کر اٹھ گیا تھا۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' اس نے کہا۔

وہ دوسرے کمرے میں پہنچے اور حمید بیساختہ اچھل پڑا..... وہ سنگھار میز پر رکھی ہوئی ایک تصویر کو گھور رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' فریدی مسکرایا۔ ''میں نے تمہیں اسی لئے بلایا ہے۔ غالباً یہ اسی لڑکی کی تصویر ہے..... کیوں؟''

''سو فیصدی وہی ہے۔'' حمید نے پلکیں جھپکائیں اور ایک ٹھنڈی سانس لی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی دلکش لڑکیاں شاذ و نادر ہی اس کی نظروں سے گذری تھیں۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔ ''کیا واپسی کے سفر میں جب تم بیگ کے لئے دوڑ لگا رہے تھے سیاہ رنگ کی کوئی لمبی سی گاڑی بھی ملی تھی۔''

''ہاں شائد۔''

''اور کوئی عورت ہی اُسے ڈرائیو کر رہی تھی۔''

''ہاں تھی تو۔'' حمید نے تحیر آمیز لہجے میں کہا۔ ''آپ کو کیسے معلوم ہوا۔''

''کیا وہ..... وہی لڑکی تھی جس نے تمہارا بیگ اڑایا تھا۔''

''ناممکن ..... ہرگز نہیں..... وہ تو اسی اسپورٹس کار میں تھی۔''

''تو تم اسے نہیں پہچان سکے تھے۔''

''ناممکن! بوکھلاہٹ کے عالم میں بھی عورتیں مجھے صاف نظر آتی ہیں۔ شائد میں آپ کو اس کا پورا حلیہ بتا سکوں۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی، زرد ساری اور سرخ بلاؤز۔''

''گڈ.....!'' فریدی مسکرایا۔ ''اگر اسکرٹ پر ساری لپیٹ لیجائے تو بلاؤز ہی معلوم ہوگا۔''

''مگر یہ کیسے ممکن ہے، گاڑی دوسری تھی۔ اب کیا میں سرخ و سیاہ میں تمیز نہیں کرسکتا۔''

''اس حد تک تو تم کافی باتمیز ہو لیکن وہ تھی وہی لڑکی۔''

فریدی نے مختصراً گیل کا بیان دہرایا۔

حمید نے فوراً ہی کچھ نہیں کہا۔ لیکن وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے گیل کی کہانی میں کہیں نہ کہیں کوئی ایسی کمزوری ضرور موجود تھی، جو اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل بن سکتی۔

باالآخر اس نے پوچھا۔ ''آپ کو یقین آ گیا ہے اس کہانی پر؟''

''فی الحال یہ سوال ہی فضول ہے۔''

''لڑکی کے لباس کی تبدیلی کا کیا جواز ہوسکتا ہے۔ میرے سامنے وہ سرخ رنگ کے اسکرٹ میں آئی تھی اور گیل نے دونوں ملاقاتوں پر اسے زرد ساری میں دیکھا تھا۔''

''یہ سوال بھی غیر اہم ہے۔ اس قسم کے سوالات اس وقت کئے جاسکتے ہیں جب ہم اس کہانی پر یقین کرلیں۔''

''پھر آپ نے سیاہ رنگ کی کار اور کسی لڑکی کا تذکرہ کیوں چھیڑا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی تو اسی کے بیان کا ایک حصہ تھا۔''

''لڑکی کے وجود پر شبہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ تمہارا ہینڈ بیگ لے بھاگی تھی۔ البتہ کہانی میں اس کے رول کے متعلق غلط بیانی سے کام ضرور لیا جاسکتا ہے۔''

''پھر آپ یہاں کیا کرر ہے ہیں۔''

''خود کو یہ باور کرانے کی کوشش کررہا ہوں کہ اگر اب وہ لڑکی کہیں نظر آ جائے تو تمہارے فرشتے بھی اُسے نہ پہچان سکیں گے۔''

''یہاں اس تصویر کی موجودگی یہی ثابت کرتی ہے۔ گیل کو تمہارے حوالے کرنے کے

بعد وہ سیدھی یہیں آئی تھی۔ کیونکہ گیل کی بڑی گاڑی باہر موجود ہے۔ اگر اُسے آئندہ اپنے پہچان لئے جانے کی ذرہ برابر بھی پرواہ ہوتی تو وہ اس تصویر کو یہاں نہ چھوڑ جاتی۔"

"آہا تو کیا وہ میک اپ میں تھی۔"

"میں اسی امکانات پر غور کر رہا تھا۔ یہاں مجھے پلاسٹک میک اپ کا کچھ سامان بھی ملا ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے اس کی اصلیت پر روشنی پڑسکتی۔ پڑوسی بھی اُسے زینی ہی کے نام سے جانتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ وہ صرف چھ ماہ پہلے اس فلیٹ میں آئی تھی، یہی مدت گیل اس سے اپنی دوستی کی بھی بتاتا ہے اور یہ صندوق..... یہ تو رہ ہی گیا۔"

فریدی میلے کپڑوں کے ڈھیر کی طرف بڑھا جس سے کسی صندوق کا ایک گوشہ جھانک رہا تھا۔ ٹھوکر سے کپڑے ہٹائے۔ صندوق مقفل تھا۔ اس نے جیب سے ایک باریک سا اوزار نکالا اور اسے قفل کے سوراخ میں ڈال کر خفیف سی جنبش دی۔ کھٹا کا ہوا۔ لیکن یہ قفل کھلنے کی آواز تو ہرگز نہیں ہوسکتی تھی۔ یک بیک حمید نے صندوق کے رخنوں سے دھواں پھوٹتے دیکھا۔ فریدی اچھل کر پیچھے ہٹ چکا تھا۔ دفعتاً اس نے نتھنے سکوڑے اور تیزی سے اٹھتا ہوا بولا۔

"نکلو..... یہاں سے..... گیس.....!"

# تھیلے کی کہانی

وہ باہر نکل کر طویل برآمدے میں کھڑے ہوگئے۔ برآمدہ سنسان پڑا تھا۔ حمید نے مضطربانہ انداز میں فریدی سے کہا۔ "کہیں ہم نے غلطی تو نہیں کی۔"

"اس کا قوی امکان ہے۔" فریدی بڑبڑایا۔ پھر دروازے میں دوبارہ قدم رکھتے ہوئے نتھنے سکوڑے اور آگے بڑھتا چلا گیا۔

پھر دوسرے کمرے میں بھی حمید نے کسی قسم کی بو نہیں محسوس کی۔ صندوق سے دھواں نکلتے

وقت گیس کی بو سے اس کا دماغ بھی چکرا گیا تھا۔

دونوں پھر اسی کمرے میں آ پہنچے جہاں وہ صندوق تھا۔ اب یہاں بھی گیس کی بو محسوس نہ کی جا سکی۔ صندوق آنچ کی شدت سے تپ کر سرخ ہو گیا تھا۔ اگر کپڑوں کا ڈھیر فریدی نے الگ نہ ہٹا دیا ہوتا تو اس میں یقینی طور پر آگ لگ گئی ہوتی۔ وہ دم بخود کھڑے صندوق کو گھورتے رہے۔

''اچھی بات ہے دوست۔'' فریدی طویل سانس لیکر بڑبڑایا۔ ''وہی ہوگا جو تم چاہتے ہو۔''

''میں.....!'' حمید چونک پڑا۔ ''میں تو آج کل ایک بستر اور ایک پلنگ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں چاہتا۔ مگر یہ صندوق.....!''

''یہاں کے تمام صندوقوں میں صرف یہی ایک ہمارے لئے بہت اہم ہو سکتا تھا۔''

''مگر یہ ہوا کیا۔''

''ہمارے لئے بہتر ہی ہوا ہے۔'' فریدی بولا۔ ''ورنہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ صندوق ایک دھماکے کے ساتھ پھٹتا اور ہمارے چیتھڑے اڑ جاتے۔''

''کیا قفل نہیں کھل سکا تھا۔''

''اس دھوئیں کا انحصار قفل کے کھلنے ہی پر تھا۔ صندوق میں کوئی ایسی چیز تھی جسے خطرے کے وقت یہاں سے ہٹا نہ سکنے کی صورت میں تلف کر دینا ہی بہتر ہوتا۔ گیس کی معمولی سی مقدار اس لئے رکھی گئی تھی کہ قفل کھولنے والا بوکھلا کر صندوق کے پاس سے ہٹ جائے یا ڈھکن اٹھانے کی ہمت نہ کر سکے۔ پھر دوبارہ اُسے سنبھلنے میں جو وقت صرف ہو اتنی ہی مدت میں صندوق تپ اٹھے اور وہ ساری اشیاء راکھ کا ڈھیر ہو جائیں جنہیں تلف کر دینا ہی بہتر تھا۔''

''مگر یہ ٹھنڈا کیسے ہوگا.....!'' حمید بڑبڑایا۔

''بیٹری اِکز ہاسٹ ہونے سے پہلے ناممکن ہے۔''

''بیٹری.....!'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''آہا تو پھر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ جادو کی آگ تھی! صندوق میں تین چیزیں یقینی طور پر

ہوں گی۔ ایک بیٹری.....ایک ہیٹر.....اور ایک گیس سلنڈر۔ قفل کا کھٹکا ہی بیٹری کے سوئچ کا کام بھی کرتا ہوگا۔ بیٹری آن ہوئی۔ ہیٹر نے کام شروع کر دیا۔ گیس سلنڈر کا منہ کھل گیا..... ہوسکتا ہے کہ صندوق میں کوئی دوسرا قفل ہو جس کے استعمال سے بیٹری پر اثر نہ پڑتا ہو۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک انہیں صندوق کے ٹھنڈے ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ پھر فریدی نے اُسے چھو کر دیکھا۔ وہ اب بھی گرم تھا.....بہر حال ڈھکن اٹھتے ہی اس کے بیان کی تصدیق ہوگئی۔

''یہ دیکھو.....!'' فریدی بولا۔ ''یہ تین فائر پروف خانے۔ ایک میں بیٹری ہے دوسرے میں ہیٹر اور تیسرے میں گیس سلنڈر.....اور یہ راکھ کا ڈھیر۔ مگر یہ کاغذات تو ہرگز نہیں ہو سکتے ورنہ راکھ تہوں کی شکل میں ملتی۔''

حمید اب بھی کچھ نہ بولا۔ وہ بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ان کے ساتھ اتنی شرافت کا برتاؤ کیوں کیا گیا۔ اگر کسی چیز کو تلف ہی کرنا تھا تو صندوق کو ہاتھ لگانے والے کے پرخچے اڑ سکتے تھے۔ اس بیٹری کا تعلق کسی بم یا ڈائنامیٹ سے ہوتا۔

''کیا سوچ رہے ہو۔'' فریدی نے پوچھا۔

''یہی کہ اس صندوق میں بم بھی ہوسکتا تھا۔''

''ہاں قطعی ہوسکتا تھا مگر مجرم.....ان واقعات کی پبلسٹی چاہتا ہے۔''

''اوہ تو آپ گیل کے بیان ہی کی روشنی میں سوچ رہے ہیں۔''

''سوچنا ہی پڑے گا۔''

''اگر گیل خود ہی ان حرکات کا ذمہ دار ہو تو.....!''

''تب بھی اس سازے سٹ اپ کا مقصد پبلسٹی ہی ہوسکتا ہے۔ میں مجرم کی یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔ گیل کا بیان اور یہاں کے واقعات من وعن اخبارات میں شائع ہوں گے۔''

''اور گیل کا کیا ہوگا۔''

''وہ حراست ہی میں رہے گا۔ ضمانت نہ ہونے دونگا۔ ریمانڈ کی توسیع کراتا رہوں گا۔''

''تو اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس کے بیان پر یقین آ گیا ہے اور آپ کسی دوسرے آدمی کے امکانات پر غور کر رہے ہیں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ کچھ دیر بعد وہ اس کمرے میں آئے جس میں فون تھا۔ فریدی نے اپنے محکمے کے فنگر پرنٹ سیکشن کے نمبر ڈائیل کیے۔ وہ انچارج سے گفتگو کر رہا تھا۔

حمید اس لڑکی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اگر گیل کا بیان صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا یہی مطلب ہوگا کہ وہ اس کا اور حمید کا ٹکراؤ کرانا چاہتی تھی۔ وہ اُسے روکتا اور زینی اپنی گاڑی سے اتر کر ہینڈ بیگ جھپٹ لے جاتی۔ گیل محکمہ سراغ رسانی سے نپٹنے کے لئے وہیں رہ جاتا۔ اس طرح بھی وہ مقصد تو حاصل ہی ہوجاتا جس کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا تھا، یعنی گیل اس الزام میں دھر لیا جاتا کہ اس نے محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر سے ایسے کاغذات چھینے تھے جن کا تعلق خود اسی کے کیس سے تھا..... بہر حال لڑکی غیر متوقع طور پر اس سے پہلے ہی کامیاب ہوگئی تھی۔ اس لئے اس نے اسکیم بدل دی اور گیل دوسری طرح پکڑا گیا..... مگر ..... اوہ..... سب سے زیادہ اہم سوال تو اب بھی غور طلب ہے۔

اس نے فریدی کی طرف دیکھا، جو ریسیور رکھ کر سگار سلگا رہا تھا۔

''آخر..... وہ کون ہوسکتا ہے۔''

''کون.....!'' فریدی چونک پڑا۔

''جس کے ذریعہ کسی کو میری آج کی مصروفیات کی اطلاع ملی تھی۔''

''اب تم نے ایک ڈھنگ کا سوال اٹھایا ہے؟'' فریدی مسکرایا۔ ''میں نے کل شام آفس ہی میں تمہیں اس کے متعلق ہدایات دی تھیں۔ ہنری گیل کیس کا فائیل ریکھا کے پاس تھا..... وہ بھی آفس ہی سے غائب ہوا تھا اور یہ چوری بھی کل ہی دس بجے سے چار بجے تک کسی وقت ہوئی تھی۔''

''اس سلسلے میں آپ کس پر شبہ کر رہے ہیں۔''

''فی الحال کسی پر بھی نہیں۔''

''مجھ پر شبہ کیجئے اور پھانسی دلوا دیجئے۔ ابھی تک کھانا بھی نصیب نہیں ہوا۔'' حمید بڑبڑایا وہ اس وقت بہت زیادہ تھکن محسوس کررہا تھا۔ ذوق تجسس اپنی جگہ پر..... اس کا تعلق خالی معدے اور نندا سی آنکھوں سے نہیں ہوتا۔

''دس منٹ میں وہ لوگ یہاں پہنچ جائیں گے۔'' فریدی نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''بسواس اس وقت ڈیوٹی پر ہے وہ اپنی نگرانی میں یہاں کام کرائے گا اور ہم کسی ایسی جگہ کھانا کھائیں گے جہاں تمہاری بد ذوقی کی بھی تسکین ہو سکے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اتنی سنسنی خیزیوں سے دوچار ہونے کے باوجود بھی اسکا ذہن اونگھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد انسپکٹر بسواس اپنے سیکشن کے عملے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ فریدی نے اُسے نشانات کی تلاش کے سلسلے میں چند ضروری ہدایات دیں اور وہ صندوق بھی اسی کی تحویل میں دے کر صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

لنکن ایک بار پھر شہر کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی اور حمید پائپ کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ بس یونہی شغل کے طور پر...... ورنہ دھواں حلق سے نیچے اتارنے کی ہمت کس میں تھی۔

کچھ دیر بعد لنکن ریالٹو کلب کے سامنے رکی اور حمید کو ایسا ہی محسوس ہوا جیسے ایک لمبا کش براہ راست خالی معدے میں اترتا چلا گیا ہو۔

ریالٹو اور کرنل ہارڈ اسٹون..... حمید کو وہم بھی ہوسکتا تھا کہ وہ کسی ایسی تفریح گاہ میں کھانا کھائے جہاں تقریباً درجن نیم برہنہ تتلیاں میزوں کے درمیان تھرکتی پھرتی ہوں۔

اس نے اس طرح آنکھیں پھاڑ کر فریدی کی طرف دیکھا جیسے اس کے سر پر سینگ نکل آئے ہوں۔

ہال کے اسٹیج پر تین لڑکیاں ساؤتھ امریکن ''چاچا'' پیش کررہی تھیں اور حمید غیر شعوری طور پر بیٹھے بیٹھے تھرک رہا تھا۔

ابھی انہوں نے کھانا ختم نہیں کیا تھا۔

''کیوں.....!'' دفعتاً فریدی نے سر اٹھا کر کہا۔ ''بدذوقی کی تسکین ہوئی یا نہیں۔''

''بدذوقی.....خدا آپ کو جمالیاتی حس عطا کرے۔ ہائے یہ بجلیاں.....!''

''جو عموماً بھس بھری ہوئی کھوپڑیوں ہی پر گرتی ہیں۔ بیٹے خاں تمہاری یہ روحانی تھکن اسی ذہنی بے راہروی کا نتیجہ ہے۔ آدمی بنو.....عورت جمالیاتی حس کی تسکین کا باعث نہیں بن سکتی۔''

''تب تو آپ کو خدا ہمدرد دواخانہ بھی عطا کرے۔''

''سنجیدگی اختیار کرو۔ یہ جو تم پر بوریت کے دورے پڑتے ہیں اسی رجحان کا نتیجہ ہیں۔''

''ختم کیجئے.....!'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''کیا آپ میری بدذوقی کی تسکین ہی کے لئے یہاں آئے ہیں۔''

''نہیں ..... مجھے اپنے ذوق کی تسکین بھی کرنی تھی۔''

''ساؤتھ امریکن چاچا پسند آیا۔''

''وہ تمہارے لئے تھا۔ مجھے تو ایک اینگلو برمیز دادا کی تلاش ہے۔''

''کیا مطلب.....اوہو.....میرا خیال ہے کہ ریالٹو کا منیجر بھی اینگلو برمیز ہی ہے مگر وہ ایسا تو نہیں ہے کہ آپ دادا کہہ سکیں۔''

''ایسے شریفوں میں شمار ہے اُس کا جو اوپر سے خوبانی اور اندر سے اخروٹ ہوتے ہیں۔''

''ارے ذرا..... یہ دیکھئے کتنا اچھا ناچ رہی ہے۔''

''دیکھے جاؤ.....!'' فریدی نے لاپروائی سے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

کھانا ختم کر کے وہ اٹھے۔ فریدی منیجر کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ حمید پائپ سلگانے کے لئے رک گیا۔ لیکن پھر دونوں ساتھ ہی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ فریدی نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی تھی اور اندر سے کسی نے گونجیلی آواز میں کہا تھا۔ ''کم اِن''

ڈیکن ایک بھاری بھرکم اینگلو برمیز تھا۔ آواز میں کرختگی تھی، لیکن آنکھیں بچوں کی سی تھیں اور غالباً یہی وجہ تھی کہ اس کے چہرے پر ہمیشہ معصومیت ہی نظر آتی تھی۔ وہ فریدی کو دیکھ

کر بُری طرح چونکا تھا۔ لیکن پھر ایسا بن گیا تھا جیسے اسے پہچانتا ہی نہ ہو۔ حمید نے اس کی حالت میں دونوں قسم کے فوری تغیرات باآسانی مارک کئے تھے۔ ڈیکن نے یونہی رسمی سے انداز میں ان کا خیر مقدم کیا۔

''فرمایئے جناب! میں کیا خدمت کرسکتا ہوں.....اُوہ تشریف رکھئے۔'' اس نے کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

''خدمات کی پیشکش تو میری طرف سے ہونے والی ہے۔'' فریدی مسکرایا۔

''اوہ.....اچھا.....!'' ڈیکن بیٹھتا ہوا تھکی تھکی سی آواز میں بولا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ سپلائی کے سارے آئیٹم مختلف ٹھیکیداروں کو تقسیم کئے جاچکے ہیں۔ آپ نے دیر کردی.....ویسے مچھلیوں کے آئیٹم میں شائد کچھ گنجائش نکل سکے۔''

حمید کو تاؤ آ گیا اس نے کہا۔ ''ہم گنجی کھوپڑیوں اور انڈوں کی کاشت کرتے ہیں۔''

ڈیکن کا ہاتھ غیر ارادی طور پر شفاف کھوپڑی پر رینگتا ہوا پھر گود میں آ گرا اور اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتا فریدی بول پڑا۔

''میں تم سے یہ قطعی نہیں پوچھوں گا کہ بلیک میلنگ کی وجہ کیا ہے؟''

''جی.....کیا مطلب.....ڈیکن نے آنکھیں نکالیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔''

''چلو میں اس پر بھی یقین کرنے کو تیار ہوں کہ تم ہمیں نہیں پہچانتے۔''

''میں بہت مصروف آدمی ہوں اور گاہکوں کے مذاق سے لطف اندوز ہونا میرے فرائض میں داخل نہیں ہے۔'' اس نے خشک لہجے میں کہا۔

''اگر یہ مذاق ہے تو تم بھی گیل ہی کی طرح گھر پہنچ جاؤ گے۔''

''گیل.....کیا مطلب.....!''

''اگر تم مجھے نہیں پہچانتے.....تو.....!'' فریدی کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا بولا پھر اپنا وزیٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''غالباً اب تم ہمارے مذاق سے

لطف اندوز ہونے کی صلاحیت پیدا کرسکو گے۔"

"اُوہم..... خدا مجھ پر رحم کرے..... فرمایئے جناب! معاف کیجئے گا یہ میری بدنصیبی ہی تھی کہ میں آپ کا صورت آشنا نہیں تھا۔ ویسے اس شہر میں کون ہے جو آپکے نام سے واقف نہ ہوگا۔"

"خیر تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہنری گیل اس وقت حوالات میں ہے۔" فریدی نے سگار کیس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ وہ ان دنوں بہت پریشان تھا۔ حالانکہ پریشانی کی کوئی معقول وجہ نہیں ہوسکتی تھی۔ تم سمجھ رہے ہونا۔"

"کسی حد تک! ہاں غالباً اس نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا کہ اس کے خلاف تفتیش ہورہی ہے۔ لیکن وہ پریشان تو نہیں تھا جناب۔"

"اوہ تو پھر اُس نے پریشان نہ ہونے کی وجہ بھی بتائی ہوگی۔"

"آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔" ڈیکن کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں ارادہ ہے کہ خود ہی بتادوں۔ ہمارے پاس اس کے خلاف ایسے ثبوت نہیں تھے، جن کی مضبوطی پر ہم اسے عدالت میں پیش کر سکتے۔"

"تو پھر کیسے حراست میں لیا اُسے۔"

"اُس نے اپنے کیس کا فائیل چوری کرایا تھا۔"

"چوری کرایا تھا۔" ڈیکن کی آنکھیں دوبارہ پھیل گئیں۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسے ممکن ہے۔"

"اگر یہ ناممکن ہے تو پھر کسی اور نے خود ہی چوری کر کے اس کے قبضے سے برآمد کرائے ہوں گے۔ سارے کاغذات اُسی کے کیس سے تعلق رکھتے تھے۔"

"یہ تو بڑا آسان سا نسخہ ہے۔" ڈیکن مسکرایا۔ "جن کے خلاف ثبوت نہ مل سکیں اُسے اس طرح اندر کر دیا جائے۔"

"تم اس کے متعلق صبح کے اخبارات میں بہت کچھ دیکھو گے..... اُس نے گیل کو بھی بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن گیل نے اس کی پرواہ نہیں کی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ جب پولیس ہی اس کے ثبوت فراہم نہیں کرسکتی تو وہ بلیک میلر کیا بگاڑ لے گا۔ بلیک میلر نے

اُسے وارننگ دی تھی کہ وہ چشم زدن میں اُسے گرفتار کرا دے گا۔ گیل نے ہنس کر ٹال دیا۔ لیکن اب وہ حقیقتاً حوالات میں ہے۔''

ڈیکن کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

''مگر آپ مجھے یہ کہانی کیوں سنا رہے ہیں۔''

''یہ واقعہ اُن تمام لوگوں کیلئے ایک بہت بڑی دھمکی ہے جو بلیک میلر کی پرواہ نہیں کرتے۔''

''تو آپ کا خیال ہے کہ مجھے بھی کوئی بلیک میل کر رہا ہے۔''

''یقیناً.....!''

''آخر کس بناء پر.....!''

''تمہارے فائیل پر بھی نظرثانی کی جا رہی ہے۔''

''میرا فائیل.....!'' ڈیکن چونک پڑا ''اوہ تو کیا میرا اشمار بھی گیل ہی جیسے لوگوں میں ہوتا ہے۔''

''تمہارے لئے نئی اطلاع ہوسکتی ہے لیکن ہمارے محکمے میں اتنے بھولے لوگ نہیں پائے جاتے۔''

ڈیکن پھر خاموش ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میرے لئے یہ مصیبت نئی نہیں ہے۔ مجھے پانچ ہزار روپے ماہانہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔''

''گڈ.....سگار لو.....!'' فریدی نے ڈبہ پھر آگے کھسکایا۔

''شکریہ! میں تمباکو نہیں پیتا۔'' ڈیکن آنکھیں چراتا ہوا بولا۔ ''لیکن ابھی آپ نے کہا تھا کہ میں بلیک میلنگ کی وجہ نہیں پوچھوں گا۔''

''اور اب بھی اسی بات پر قائم ہوں۔''

''پتہ نہیں وہ کون ہے..... ہر ماہ پانچ ہزار وصول کرتا ہے لیکن میں اُسے پکڑنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔''

''ادائیگی کس طرح ہوتی ہے۔''

''جھریالی کی پہاڑیوں میں ایک چٹان ہے۔ اُسی پر روپے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ وہ ہر ماہ ایک مخصوص تاریخ کو پلاسٹک کا ایک تھیلا بھجواتا ہے۔ تاکید ہوتی ہے کہ روپے اسی میں رکھ کر معینہ مقام پر رکھوا دیئے جائیں۔ میں نے پچاس پچاس آدمی چٹان کے آس پاس چھپائے ہیں لیکن تھیلے کو اٹھانے والے کی پرچھائیں تک نہیں نظر آئی۔ تھیلا حیرت انگیز طور پر غائب ہوجاتا ہے۔''

''وقت کا تعین بھی ہوتا ہوگا۔''

''جی ہاں عموماً اندھیری رات ہوتی ہے۔ لیکن چٹان کی پچویشین ایسی ہے کہ اندھیرے میں بھی کم از کم سایہ تو نظر آ ہی سکتا ہے، خواہ کوئی لیٹ کر رینگتا ہی ہوا کیوں نہ چٹان تک پہنچے۔''

''اس کے پیغامات تم تک کیسے پہنچتے ہیں۔''

''ٹائپ کئے ہوئے خطوط مجھے اسی میز پر ملتے ہیں اور جب ادائیگی کی تاریخ قریب ہوتی ہے تو تھیلا بھی اسی طرح آتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں تک پہنچانے والا کون ہے۔ اس بار ابھی تک تھیلا نہیں آیا۔''

''جب آئے تو مجھے ضرور مطلع کرنا..... میں وعدہ کرتا ہوں کہ جس سلسلے میں تمہیں بلیک میل کیا جارہا ہے اس کے لئے تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے گی۔''

# قاسم کی تصویر

حمید کا خیال تھا کہ اس سے زیادہ شاندار کیس آج تک ان کے پاس نہیں آیا۔ ان دنوں ایسے ہی کیس اُسے پسند آتے تھے جن کی گاڑی کسی طرح آگے نہ بڑھ سکے۔ ایک کڑی کے بعد دوسری کڑی کا ملنا محال ہوجائے۔ گیل حوالات میں تھا۔ اس کی کہانی کی کافی تشہیر ہوچکی تھی۔ لیکن کیس کی گاڑی ریالٹو کے منیجر ڈیکن سے آگے نہ بڑھ سکی۔ پورا ہفتہ گذر گیا مگر اس

نے بلیک میلر کی طرف سے وہ تھیلا وصول ہونے کی اطلاع نہ دی جس کے ذریعہ رقم اس تک پہنچائی جاتی تھی۔ ڈیکن کے بیان کے مطابق یہ تاخیر خلاف معمول تھی۔ گذشتہ مہینوں میں ایک مقررہ تاریخ پر تھیلے اس تک پہنچتے رہے تھے لیکن اس باراس تاریخ کو بھی گذرے ہوئے یہ چوتھا دن تھا۔

کام تو اُسی وقت شروع ہوتا جب ڈیکن تھیلے کی وصولیابی کی اطلاع دیتا۔ اس لئے حمید کا راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔

لیکن وہ اپنی اس سرشت کو کام چوری پر محمول نہیں کرسکتا تھا۔ بھئی کام ہو تو ضرور کرو، لیکن خواہ مخواہ سر کھپاتے رہنے سے کیا فائدہ..... وہ کام ہی کیا کہ اوڑھنا بچھونا ہو کر رہ جائے۔ آفس سے نکل آنے کے بعد بھی اگر فائیلیں ہی سر پر سوار رہیں تو اسے صحیح الدماغی کیسے کہا جائے گا۔

بہر حال وہ فریدی کی طرح کا دیوانہ نہیں ہوسکتا تھا۔ زندگی کو تو وہ بازی طفلانہ ہی سمجھتا تھا لیکن کام کے دیوانوں میں اُسے مردانگی کی جھلک نہیں دکھائی دیتی تھی۔ اُسے تو وہ سچ مچ دیوانگی ہی سمجھتا تھا اس لئے یہ شعر اس کی نظروں میں قطعی لغو تھا۔

زندگی یوں تو فقط بازی طفلانہ ہے
مرد وہ ہے جو کسی کام میں دیوانہ ہے

وہ سوچتا یہ بھی کوئی دیوانگی میں دیوانگی ہے..... دیوانگی تو وہ ہے کہ لیلیٰ کا کتا بھی کہہ اٹھے

کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو

مگر وہ تو اس وقت کسی لیلیٰ کے ہاتھی کا منتظر تھا اور سوچ رہا تھا کہ ایک ہفتے کے بعد کونین ملسیچر کی تلخی یک بیک رفع کیسے ہوگئی۔ کچھ دیر پہلے اس نے اسے فون کیا تھا کہ وہ آرہا ہے، حمید منتظر رہے۔

پھر وہ آیا اور بڑے ٹھسے سے آیا..... سلیقے سے پریس کئے ہوئے سوٹ میں ملبوس تھا۔ شوخ رنگوں کی ٹائی تھی اور حمید نے اس کے گالوں پر پاؤڈر کی ہلکی سی تہہ بھی محسوس کی۔ جوش مسرت سے آنکھیں چمک رہی تھیں۔ دانت نکلے پڑ رہے تھے۔

''خیریت.....!'' حمید نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''بلقل.....تم اپنی کہو..... بیٹا۔''

''موئنث ہے اس لئے کبھی رہتی ہے اور کبھی نہیں رہتی۔''

''میں نے قہا.....تم مجھے قیا سمجھتے ہو۔''

''چُغد.....!''

''چُغد بھی ''چ'' سے ہوتا ہے.....چلو ٹھیخ ہے۔'' قاسم کے دانت نکل پڑے۔

''کیا ٹھیک ہے۔'' حمید نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

''اس کا نام چیری ہے۔'' قاسم نے اس بار شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔''چ سے چیری چ سے چغد.....!''

''کس کا.....!''

''ہائے حمید بھائی ..... کیا بتاؤں..... یکین نہیں آتا.....اچھا یہ بتاؤ کوئی لڑکی ..... تمہیں اس طرح دیکھے.....اور اس طرح مسکرائے یعنی کہ یوں.....!''

اس نے آنکھیں نشیلی بنائیں اور بھونڈے پن سے مسکرا کر بولا۔''تو تم قیا سمجھو گے۔''

''خود کو اُلو کا پٹھا سمجھوں گا۔'' حمید بولا۔

''اے جاؤ.....سالے تم میرے معاملے میں اسی طرح کیڑے نکالنے لگتے ہو۔''

''پوری بات بتاؤ..... مطلب یہ تھا۔''

''ہائے کیا بتاؤں! اس بار میں بلقل مر جاؤں گا! ہائے کیا چال ہے..... پیچھے سے دیکھو تو ایسا لگتا ہے جیسے ڈیبٹ کریڈٹ.....ڈیبٹ کریڈٹ.....کرتی چلی جا رہی ہو۔''

''ڈیبٹ کریڈٹ.....!'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''ہات تیری .....!'' قاسم نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔''یہ سالا ڈیبٹ کریڈٹ اس طرح کھوپڑی میں گھسا ہے کہ کسی طرح نکلتا ہی نہیں۔ خدا دشمن کو بھی سب کچھ دے مگر باپ نہ دے۔''

''کیا پی رکھی ہے تم نے؟''

''نہیں آج جرور پیوں گا۔ ٹھینگے پر ہے سب کچھ! ہاں نہیں تو! دفتر میں بیٹھ کر دن بھر

اکٹھ باسٹھ کرو اور گھر واپس آؤ تو وہ گلہری خانم کھڑی ہیں منہ بنائے۔ اِتی دیر کہاں کردی۔"

"آہا تو کیا تم اب دفتر میں بھی بیٹھنے لگے ہو۔"

"چلو..... پیارے بھائی..... بور نہ کرو.....سالے مجھے اکاؤنٹنسی سکھا رہے ہیں۔"

"کہاں چلوں۔"

"ے پول! وہیں تو آتی ہے۔" قاسم لہک کر بولا۔ "میں وہاں سے اٹھتا ہوں تو میرا پیچھا کرتی ہے اور میں االقسم شرم کے مارے..... پانی پینے لگتا ہوں۔"

"پانی پانی ہونا محاورہ ہے۔"

"ٹھینگا ٹھینگا ہونا محاورہ ہے۔" قاسم جھلا گیا۔ "چلنا ہے تو چلو.....نہیں تو جہنم میں جاؤ۔"

"اگر وہ تمہارا پیچھا کرتی ہے.....تو ضرور چلوں گا۔"

"اور بتاؤں۔" قاسم چہک کر بولا۔ "پرسوں میں اس سے دور بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ بس اپنی جگہ سے اٹھی میرے پاس آئی اور آ کر کھڑی ہوگئی۔ میرے کاندھوں پر دونوں کہنیاں ٹیک کر جھکی تھی اور آہستہ سے بولی تھی تم بڑے پیارے لگتے.....ہی ہی ہی.....اب ہاں۔ قیا سمجھتے ہو مجھے! یہ دیکھو۔"

اس نے جیب سے ایک تصویر نکالی اور حمید کی طرف بڑھا دی۔ یہ ایک لڑکی تھی جو قاسم کے کاندھوں پر کہنیاں ٹیکے جھکی کھڑی تھی اور قاسم کے چہرے سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے دم نکلا جا رہا ہو۔

"بس یہ ایسے ہی کھڑی تھی کہ کسی نے تصویر کھینچ لی!" قاسم بے حد خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"کسی نے.....کیا تم اسے نہیں جانتے۔"

"اے.....میں قیا جانوں ہوگا قوئی سالا۔"

"پھر یہ تمہیں ملی کہاں سے.....!"

"ڈاک سے آئی ہے۔"

"آہا.....ہم۔" حمید نے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی پھر خاموش ہو کر اُسے گھورنے لگا۔

''اے..... کھا جاؤ گے کیا۔ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو۔''

''کل وہ ہوٹل میں ملی تھی۔''

''نہیں..... آج جرور ملے گی۔''

''قاسم ہوش میں رہ کر گفتگو کرو۔ اس تصویر کے ساتھ کوئی خط بھی تھا۔''

''رہا ہوگا سالا..... مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ دو ہزار کی تو بات ہے۔ مگر ہائے یہ جالم..... جرا دیکھو تو پیارے قیسی محبت سے لدی کھڑی ہے۔''

''دو ہزار کی کیا بات تھی۔''

''نہیں بتاؤں گا..... تم سالے گھپلا کر دو گے۔''

حمید اُسے پھسلانے کی کوشش کرنے لگا اور بدقت تمام راہ راست پر لا سکا۔

''قسم کھاؤ گھپلا نہیں قرو گے۔''

''تم بتاؤ تو پیارے..... میں ایسا انتظام کر دوں گا کہ اس سے تمہاری شادی بھی ہو جائے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔ اُسے کہیں اور مکان لے کر رکھنا۔''

''کھت میں لکھا ہوا تھا کہ مجھے ہر ماہ دو ہزار روپے دیا کرو۔ نہیں تو یہ تصویر تمہارے باپ کو بھیج دی جائے گی۔ میں نے کہا ٹھینگے سے۔ لے لو دو ہزار بیٹا۔ مگر یہ تصویر ہائے پھر دیکھو حمید بھائی..... قیسی مسکراہٹ..... جی چاہتا ہے قلیجے میں بھر لو۔''

''ابے او عقل کے اندھے..... یہ ڈرامہ کھیلا گیا تھا تمہیں بلیک میل کرنے کے لئے۔''

''دیکھا! نکل آئی نہ سالی جاسوسی۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ''ابے تم جل مرے ہو..... آگ لگ گئی ہے..... بس تم اپنے ہی کو گلفام سمجھتے ہو۔ لونڈیاں مریں تو صرف تم پر مریں۔ دوسرے کو دیکھا اور کباب ہو گئے۔''

''خیر دیکھا جائے گا.....!'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''اچھی بات ہے۔ میں کچھ نہ کہوں گا۔ تم شوق سے تصویر بجاتے پھرو۔ ہاں..... پلاسٹک کا کوئی تھیلا بھی آیا ہے۔''

''تم قیا جانو.....!'' قاسم نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ پھر دانت پیس کر بولا۔

''میری ٹوہ میں رہتے ہو۔ الا میاں نے چاہا تو غارت ہو جاؤ گے..... خدا کہتا ہے کہ دوسروں کی ٹوہ میں نہ رہو۔ تم رہتے ہو سڑ سڑ کر مرو گے..... دیخ لینا..... میں آیا تھا کہ کچھ رائے مشورہ کریں گے..... سالے جاسوسی لے بیٹھے۔''

''تھیلے میں روپے رکھ کر..... کہاں رکھنے کو کہا گیا ہے۔''

''تمہارے ابا کی قبر پر..... میں جا رہا ہوں..... مرا کرو۔''

لیکن ٹھیک اسی وقت فریدی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور وہ بے جان سا ہو کر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔

فریدی نے شائد گفتگو کا کچھ حصہ سن لیا تھا۔ حمید نے قاسم سے کہا۔ ''اس معاملے کو اپنی ہی ذات تک محدود رکھنا تمہارے لئے خطرناک ہوگا۔ فرض کرو کل وہ تم سے دو لاکھ کا مطالبہ کرتا ہے۔''

''بس بس! ختم کرو۔ میرا معاملہ ہے کسی سے مطلب۔'' قاسم جھینپے ہوئے انداز میں ہنسا۔

''کیا قصہ ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔ وہ ایک کرسی کے ہتھے سے ٹک کر سگار سلگا رہا تھا۔

''قاسم کے پاس ایک ایسی تصویر ہے.....!''

''ہوگی..... ہوگی..... تم سے مطلب۔ ماف کیجئے گا۔ میں جاسوسی نہیں کرانا چاہتا۔'' اس نے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔

''تصویر تو میں یقیناً دیکھوں گا.....!'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''قق..... قیا..... جی نہیں..... معاف کیجئے گا۔''

''کیا حرج ہے۔ شرماؤ نہیں..... یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔''

''ہوتا رہتا ہے نا۔'' یک بیک قاسم خوش ہو گیا۔ ''دیخ لیجئے۔ آپ بھی دیخ لیجئے۔ کوئی میں نے تھوڑا ہی کہا تھا کہ مجھ پر لد کر کھڑی ہو جائے..... خود ہی آئی تھی۔ اب آئی ہے تو آئے..... دو ہزار خرچ ہوں تو دو لاکھ خرچ ہوں تو..... قسی کا قیا۔''

اس نے حمید کو گھورتے ہوئے جیب سے تصویر نکالی اور فریدی کی طرف بڑھا دی پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔

''رکھو.....!'' فریدی نے کچھ دیر بعد تصویر اس کی گود میں ڈالتے ہوئے کہا۔ ''تھیلا خط کے ساتھ ہی آیا ہوگا۔''

''جج.....جی ہاں.....اب روپے تو دینے ہی پڑیں گے۔ ورنہ باوا جان یا اللہ۔'' اس نے ٹھنڈی سانس لی۔

''کہاں رکھو گے۔''

''جھریالی میں کوئی بھوری چٹان ہے.....وہیں۔''

''کب اور کس وقت۔''

''پرسوں.....رات کو آٹھ بجے۔''

''اچھا ہے.....کسی طرح جان بچاؤ۔ ورنہ تمہارے والد۔'' فریدی مسکرایا۔ ''خط تو شائد ٹائپ میں ہوگا۔''

''جی ہاں.....!'' قاسم پھر حمید کو گھورنے لگا۔

حمید نے اس کے ساتھ باہر جانے پر آمادگی ظاہر نہیں کی تھی۔ اس لئے وہ جلد ہی اٹھ گیا۔ ویسے اس نے ایسا ہی بُرا منہ بنا رکھا تھا جیسے حلوے کے دھوکے میں صابون کھا گیا ہو۔

''لڑکی کے متعلق کیا خیال ہے۔'' فریدی نے حمید سے پوچھا۔

''مجھے تو بالکل پسند نہیں آئی۔ ویسے آپ مجبور کریں تو دوسری بات ہے۔''

''کیا بکواس ہے۔'' فریدی جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''اوہو! شائد آپ کا سوال میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔''

''پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ.....نہیں۔''

''دیکھ چکے ہو۔''

''اپنی آنکھوں سے تو دیکھنے کا اتفاق ہرگز نہیں ہوا۔''

''صرف آنکھوں ہی کا معاملہ ہے.....خدوخال میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ لیکن آنکھوں

کی بناوٹ پر اثر انداز ہونا آسان کام نہیں۔''

''اُوہو.....تو کیا وہی لڑکی ہوسکتی ہے جس نے میرا ہینڈ بیگ اڑایا تھا۔''

''سو فیصدی وہی ہے۔ وہ تصویر جو اس کے فلیٹ سے ملی تھی اُسے سامنے رکھ کر دیکھو تو تمہیں تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔''

''اگر وہی ہے تو پھر اُسے رستم کی بھتیجی ہی سمجھنا چاہئے۔'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

''اب میں باوثوق طور پر کہہ سکتا ہوں کہ گیل ہی کے لئے پھندہ تیار کرنا پڑے گا۔ اس نے اپنا بزنس چمکانے کے لئے یہ حرکت کی ہے۔ اب ایسے حالات پیدا کئے جائیں گے کہ عدالت اُسے شبہے کا فائدہ دیتے ہوئے بَری کردے۔''

''حالات کے ساتھ ہی ریمانڈ کی توسیع بھی ہوتی رہے گی خواہ ایک سال گذر جائے گیل کو حوالات میں سڑا دیا جائے گا۔''

''میری دانست میں یہ کوئی بہت بڑا گروہ ہے اور شائد یہ کیس بھی اپنی نوعیت کا ایک ہی ہے۔ پہلے کبھی ہمارا سابقہ کسی ایسے مجرم سے نہیں پڑا تھا جس نے اپنے بزنس کو پبلسٹی پولیس کے ذریعہ کرائی ہو۔''

فریدی کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔''تمہارا خیال صحیح ہے۔ ذرا یہ خط دیکھو جو ڈیکن کو ملا ہے۔''

خط انگریزی ٹائپ میں تھا۔

''ڈیکن! تم جانتے ہی ہوگے کہ پولیس ہنری گیل کے خلاف تفتیش کررہی تھی۔ لیکن کوئی ایسا واضح ثبوت فراہم نہ کرسکی جس کی بناء پر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا سکتی۔ اب تمہیں اس کی اطلاع مل چکی ہوگی کہ وہ گرفتار کرلیا گیا ہے۔ اس کی کہانی بھی تمہاری نظروں سے گذری ہوگی، جو حرف بحرف صحیح ہے۔ مجھ سے سرکشی کا انجام یہی ہوتا ہے۔ گیل نے محض اس بناء پر میرا حکم ماننے سے انکار کردیا تھا کہ پولیس بھی اس کے خلاف کوئی ثبوت فراہم نہ کرسکی تھی۔ مگر اب بتاؤ کہ وہ کہاں ہے..... مجھے اس پر ذرہ برابر بھی اعتراض نہیں ہے کہ تم نے کرنل فریدی کو

حالات سے آگاہ کر دیا ہے۔ میرا خرچ مجھ تک پہنچنا چاہئے جس دن یہ بند ہوا وہی تمہاری آزادی کا آخری دن ہوگا۔ یہ خط بھی کرنل فریدی کو ضرور دکھانا۔"

حمید نے خط پڑھ کر طویل سانس لی اور فریدی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "یہ تو کھلا ہوا چیلنج ہے۔"

"مسخرہ پن۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ "اس ترقی کے دور میں کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہئے کہ مجرم قانون کو چیلنج کرتے پھریں۔ آدمی نے زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کی ہے پھر اس میں کیوں محروم رہتا۔"

"کیا آپ بھی اسے چیلنج ہی سمجھتے ہیں۔"

"نہیں..... آج کا مجرم اتنا احمق نہیں ہو سکتا۔ اس کا مقصد پولیس کو مرعوب کرنا نہیں ہے بلکہ یہاں بھی بزنس ہی کے داؤ پیچ کارفرما ہیں۔ جملوں کی تشکیل پر غور کرو۔ اُسے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ فریدی کو راز دار بنا لیا گیا ہے۔ اسے تو وہ رقم ہر حال میں ملنی چاہئے جو وہ اس سے وصول کرتا رہتا ہے۔ یعنی اس کی نظروں میں صرف بزنس ہی کی اہمیت ہے۔ جسے پولیس بھی نہ روک سکے گی۔ مقصد ہے ڈیکن کو مرعوب کرنا اور ہر حال میں رقم وصول کرتے رہنا۔"

"اگر وہ لڑکی ہاتھ آجائے تو.....!"

"تم پھر ہاتھ سے جاتے رہو گے۔" فریدی مسکرایا۔

"آپ نے اب تک کیا..... کیا اس سلسلے میں۔" حمید چڑ گیا تھا۔

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو.....!" اس نے ریسیور اٹھا کر کان کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ "یس..... اٹ از فریدی..... کیا کون ڈیکن..... اُوہ..... اچھا..... میں آرہا ہوں۔"

اس نے بڑی تیزی سے ریسیور رکھا اور حمید سے بولا۔ "گاڑی نکالو۔ جلدی کرو۔"

"آج اتوار ہے۔"

"بکومت..... ڈیکن خطرے میں ہے۔"

تین منٹ کے اندر ہی اندر انکی گاڑی کمپاؤنڈ کے پھاٹک سے گذر رہی تھی۔ ریالٹو تک پہنچنے

میں سات منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ گاڑی کی رفتار خاصی تیز تھی اور اتفاق سے انہیں کسی کراسنگ پر رکنا بھی نہیں پڑا تھا۔ ڈیکن کے آفس کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ ہیڈ ویٹر نے بتایا کہ وہ اندر ہی ہوسکتا ہے، لیکن حمید کو وہاں ایسے آثار نہیں نظر آئے جنہیں وہ سراسیمگی کا نتیجہ سمجھ سکتا۔''

فریدی نے بڑھ کر دروازے پر دستک دی اور اندر سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی کراہا ہو۔

''ڈیکن .....!'' اس نے آواز دی۔

لیکن اندر سے صرف کراہیں سنائی دیتی رہیں۔ پھر وہاں بھیڑ اکٹھی ہونے لگی اور فریدی نے دروازہ تڑوا دیا۔

سامنے ہی ڈیکن دونوں ہاتھوں سے سینہ دبائے بیٹھا کراہ رہا تھا۔ سر میز پر جھک آیا تھا..... فریدی نے اسے سیدھا کیا۔ کراہیں جاری ہی رہیں۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، لیکن ان میں ویرانی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے کچھ دکھائی ہی نہ دیتا ہو۔ ہونٹ ہل رہے تھے، مگر کراہوں کے علاوہ اور کچھ نہ سنا جا سکا۔

# اس کی بیوی

وہ لوگ جو باہر کھڑے تھے انہوں نے کمرے میں آنا چاہا لیکن فریدی کے اشارے پر حمید نے انہیں اس سے باز رکھا۔ وہ دروازے ہی پر رک گیا تھا۔

ڈیکن چھت کی طرف گھورے جا رہا تھا اور حلق سے گھٹی گھٹی سی کراہیں بھی نکل رہی تھیں۔ لیکن چہرہ بالکل سپاٹ تھا اس پر کرب کے آثار نہیں تھے۔

یک بیک اس کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور وہ سیدھا ہو کر فریدی کو اس طرح گھورنے لگا جیسے قتل ہی کر دینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اب وہ خاموش بھی ہوگیا تھا۔

پھر اس کا داہنا ہاتھ میز کی دراز میں رینگ گیا۔

''تم کرنل فریدی ہی ہو نا۔'' وہ کسی درندے کی طرح غرایا تھا اور دوسرے ہی لمحے میں فریدی پر چھلانگ لگائی تھی۔ اس کے داہنے ہاتھ میں خنجر تھا۔

فریدی کو اس کے تیور پہلے ہی غیر معمولی نظر آئے تھے اس لئے وہ غافل نہیں تھا۔ ایک طرف ہٹتے ہوئے اس نے خنجر پر ہاتھ ڈال دیا اور ساتھ ہی داہنی ٹانگ بھی چلی۔

ڈیکن منہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ فریدی اس کی پشت پر پیر رکھے داہنا ہاتھ مروڑ رہا تھا۔ بالآخر خنجر چھوٹ پڑا۔

ڈیکن کسی بھینسے کی طرح ڈکراتا رہا۔ فریدی اُسے چھوڑ کر الگ ہٹ گیا تھا اور اب جھک کر خنجر اٹھا رہا تھا۔

دروازے کے سامنے رکے ہوئے لوگ دم بخود تھے۔ ڈیکن اسی طرح چیختا رہا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بس اسی طرح فرش پر ہاتھ پیر مارتا رہا تھا جیسے پانی پر تیر رہا ہو۔

''اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔ ''پولیس ہسپتال فون کرو۔ جو ڈاکٹر بھی ڈیوٹی پر ہو، پندرہ منٹ کے اندر اندر یہاں پہنچ جائے۔''

پھر اس نے باہر والوں سے کہا۔ ''براہِ کرم تشریف لے جایئے۔ اچانک ڈیکن کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ کسی کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا جائے گا..... ہیڈ ویٹر..... پردہ کھینچ دو۔''

حمید فون کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ گھنٹی بجی۔ فریدی نے اسے ٹھہرنے کو کہا اور خود بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔

''ہیلو.....!'' دوسری طرف سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔ ''غالباً کرنل فریدی۔''

''خیال غلط نہیں ہے۔''

''تمہارے لئے بھی تھوڑی سی دردسری مہیا کردی..... نہ کہنا! آخر بیچارے کو اس طرح مارنے کی کیا ضرورت تھی کہ مر ہی جاتا۔''

''کیا بکواس ہے۔''

''ڈیکن کی چیخیں فون پر بھی سن رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔ ''بس وہ ذرا سی

ہی دیر کا مہمان ہے۔ کئی آدمیوں نے تمہیں اس کو پیٹتے دیکھا ہوگا۔ کیا سمجھے۔''

''اوہ.....!'' فریدی نے جلدی سے سلسلہ منقطع کر کے پولیس ہسپتال کے نمبر ڈائیل کئے۔

''ہیلو.....ڈیوٹی پر کون ہے۔ ڈاکٹر رحمٰن..... براہِ کرم فوراً آ ریالٹو! میں فریدی بول رہا ہوں۔''

''پہلے کون تھا۔'' حمید نے اس سے پوچھا۔

''فی الحال خاموش رہو۔'' فریدی نے کہا اور ڈیکن کی طرف دیکھنے لگا جس کی چیخوں میں اب پہلی سی کرختگی نہیں رہی تھی۔ آواز آہستہ آہستہ مضمحل ہوتی جارہی تھی۔

وہ اب بھی سینے کے بل ہی پڑا ہاتھ پیر پھینک رہا تھا۔ دفعتاً فریدی تیزی سے جھک کر اس کی پشت پر کچھ دیکھنے لگا اور پھر بائیں شانے میں چبھی ہوئی ایک لمبی سی سوئی کھینچتا ہوا سیدھا ہو گیا۔

ڈیکن کی چیخیں پھر تیز ہو گئیں۔ فریدی سوئی کو چہرے کے برابر لا کر بغور دیکھ رہا تھا۔ حمید بھی قریب آ گیا۔

پھر اس کی نظر اس چھوٹے سے دروازے پر رکی جو ڈیکن کی کرسی کے پیچھے تھا۔ دیوار کا فاصلہ کرسی سے زیادہ نہیں تھا۔ کوئی بھی دروازے سے ہاتھ بڑھا کر ڈیکن کا شانہ چھو سکتا تھا۔ وہ اسی کرسی پر بیٹھا ہوا ملا تھا۔

''کیا یہ یونہی پڑا رہے گا۔'' حمید نے پوچھا۔

''ڈاکٹر کے آنے تک تو میں یہی مناسب سمجھوں گا۔'' فریدی نے کہا اور دروازے کی طرف متوجہ ہو جانا پڑا۔ فریدی نے اسے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے وہ سوئی دکھائی جو ڈیکن کے شانے سے کھینچی تھی۔

ڈاکٹر نے فوری احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ اس کا خیال تھا کہ ڈیکن کسی ایسے زہر کا شکار ہوا ہے جو براہِ راست ذہن پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس سے موت واقع ہونے کا خدشہ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ زہر اس سوئی ہی کے ذریعہ جسم میں داخل کیا گیا ہو۔

ڈاکٹر ایمبولینس ہی میں آیا تھا اس لئے ڈیکن کو وہاں سے لے جانے میں بھی کوئی

دشواری پیش نہیں آئی۔

کمرہ خالی ہونے پر فریدی پھر عقبی دروازے کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ ایک عورت تیزی سے اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر اضطراب کی لہریں تھیں۔

''یہ کیا ہوا..... یہ کیا ہورہا ہے۔'' اس نے ہذیانی انداز میں کہا۔ عورت خوش شکل اور خوش لباس تھی۔ عمر تیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔

''آپ کون ہیں.....!'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

''تھیلما ڈیکن! ڈیکن کو کیا ہوا۔ اُسے کہاں لے گئے ہیں۔''

''آپ گاڑی پر ان کے ساتھ جاسکتی تھیں۔''

''گاڑی جا چکی تھی۔ میں ابھی پہنچی ہوں۔ سپروائزر نے مجھے فون کیا تھا کہ اس کے کمرے میں دو پولیس آفیسر موجود ہیں اور انہوں نے اسے مارا ہے۔''

''آپکو غلط اطلاع ملی ہے۔'' فریدی نے کہا اور اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔

''میں نہیں سمجھ سکتی کہ وہ مجھ سے جھوٹ کیوں بولیں گے.....!'' تھیلما نے فریدی کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ نہ جانے کیوں وہ اس سے نظریں چرا رہی تھی۔

''ڈیکن کو آپ کب سے جانتی ہیں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''اوہ..... یہ شائد مسز ڈیکن ہیں۔'' حمید بول پڑا۔

''جی ہاں..... مگر آپ مجھے اس کے متعلق بتاتے کیوں نہیں۔''

''کچھ دیر پہلے اس نے مجھے فون کیا تھا کہ وہ خود کو خطرے میں محسوس کررہا ہے۔''

''اب میں آپ سے یہی سوال کروں گی کہ آپ ڈیکن کو کب سے جانتے ہیں۔'' تھیلما نے زہریلے قسم کے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''یہ سوال واقعی چکر دینے والا ہے۔'' فریدی مسکرایا۔

''ڈیکن اور خود کو کسی قسم کے خطرے میں پاکر پولیس سے مدد طلب کرے گا.....ہونہہ۔''

''سبھی پولیس سے مدد طلب کرتے ہیں ایسے حالات میں۔''

''کیسے حالات میں۔''

''اس پر کسی قسم کا زہر آزمایا گیا ہے جس کے زیرِ اثر اس کا دماغ ماؤف ہوگیا ہے۔''

''زہر.....!'' تھیلما کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور فریدی نے اسے بتایا کہ وہاں پہنچنے پر انہوں نے اسے کس حال میں پایا تھا.....اور وہ کس انداز میں ان پر حملہ آور ہوا تھا۔ پھر وہ بولا ''ہاں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ڈیکن اپنے معاملات خود ہی طے کر لینے کی صلاحیت رکھتا ہے.....لیکن یہ معاملہ۔''

تھیلما نے اس سے جملہ پورا کرنے کی درخواست نہیں کی۔ ایسا معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ اس نے کچھ سنا ہو۔ وہ تو کمرے کے چھوٹے سے عقبی دروازے کو گھورے جا رہی تھی، پھر یک بیک چونک پڑی اب اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

''چلئے.....خدا کے لئے چلئے۔'' وہ ہذیانی انداز میں بولی۔ ''میرے گھر چلئے۔''

فریدی نے پھر اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا اور حمید کو اشارہ کیا کہ وہ خاموش ہی رہے۔ تھیلما کہتی رہی۔ ''وہ حقیقتاً خطرے میں تھا۔ اس نے کبھی کسی سے کچھ نہیں کہا۔ چلئے میں آپ کو بہت کچھ بتاؤں گی۔''

''آپ میرے ساتھی کو لے جا سکتی ہیں۔''

''اور آپ.....!'' عورت نے بیساختہ پوچھا۔

''میری دانست میں تو آپ یہیں سب کچھ بتا سکیں گی۔ بیٹھ جایئے۔'' فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''مم.....میں.....یعنی کہ۔''

''ٹھیک ہے آپ یہ معلوم کئے بغیر کہ ڈیکن زندہ ہے یا مر گیا.....اس کے متعلق کچھ بتائیں گی۔''

''کیا مطلب.....!'' وہ اچھل پڑی۔

''ہونا یہ چاہئے تھا کہ آپ پہلے ڈیکن کی خبر لیتیں۔ اس کی حالت قابل اعتماد نہیں تھی۔''

''اوہ.....تب تو مجھے جانا چاہئے۔'' وہ بوکھلا کر دروازے کی طرف بڑھی۔

''ٹھہریئے۔'' فریدی جیب سے نوٹ بک نکالتا ہوا بولا۔ ایک صفحے پر اس نے جلدی جلدی لکھا۔

''ڈاکٹر..... یہ مسز ڈیکن ہیں انہیں اس کے پاس جانے دو۔فریدی۔'' پھر صفحہ پھاڑ کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا ''پولیس ہاسپٹل۔''

تھیلما کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ اس نے کاغذ لیا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔ فریدی کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ نظر آئی۔

''آپ نے اُسے ٹھہرنے کیوں نہیں دیا۔'' حمید نے پوچھا۔

''میرا فرض تھا اُسے یاد دلانا کہ وہ اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی ہے۔''

''اب مشکل ہی ہے کہ آپ سمجھ میں آنے والی باتیں کر سکیں۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

فریدی پھر دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازہ دوسری طرف سے بند تھا۔ دفعتاً اس نے مڑ کر حمید سے کہا۔ ''جلدی کرو، تمہیں اس عورت کا تعاقب کرنا ہے۔ گاڑی لے جاؤ۔ مگر نہیں کوئی ٹیکسی مل جائے تو بہتر ہے..... ہوسکتا ہے گاڑی پر اس کی نظر پڑی ہو۔''

حمید نے وجہ نہیں پوچھی۔ وہ باہر آیا۔ تھیلما ایک چھوٹی سی گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ وہ اپنی گاڑی کی اوٹ میں ہو گیا۔

آس پاس کوئی ٹیکسی نہیں نظر آ رہی تھی۔ تھیلما کی کار حرکت میں آ گئی اور حمید کو لنکن ہی میں اس کا تعاقب کرنا پڑا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ بلیک میلر کیا چاہتا ہے۔ اگر یہ اسی کی حرکت تھی تو معاملہ کافی آگے بڑھ چکا تھا اور کسی طرح نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان حرکتوں کو مقصد صرف اپنے شکاروں ہی کو مرعوب کرنا ہے۔ شکاروں کو مرعوب کرنے کے لئے تو گیل ہی والا واقعہ کافی تھا۔ اس وقت

جو کچھ بھی پیش آیا تھا اس کی روشنی میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا کہ اب وہ پولیس کو بھی مرعوب کرنا چاہتا ہے۔ ورنہ پھر اس طرح فریدی پر حملہ کرانے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔ پہلے اس نے کسی طرح یہ بات ڈیکن پر جتادی ہوگی کہ وہ کسی فوری خطرے سے دوچار ہونے والا ہے۔ ڈیکن نے بوکھلا کر فریدی کو فون کیا۔ پھر اس اطلاع اور ان کے وہاں پہنچنے کے وقفے میں کسی طرح وہ زہریلی سوئی اس کے شانے میں اتار دی گئی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ یقینی طور پر اس کے لئے عقبی ہی دروازہ استعمال کیا گیا ہوگا۔

پھر یک بیک وہ چونک پڑا۔ عقبی دروازے کے خیال کے ساتھ ہی اسے وہ پچویشن بھی یاد آ گئی جب اس نے تھیلما کو عقبی دروازے کی طرف گھورتے دیکھا تھا۔ پھر وہ چونکی تھی اور نروس نظر آنے لگی تھی۔ اس کے بعد ہی درخواست کی تھی کہ وہ اس کے ساتھ گھر چلیں، جہاں وہ انہیں کچھ بتائے گی۔ لیکن فریدی نے ٹال دیا تھا.....اوہ.....تو کیا وہ اس عقبی دروازے سے ان کی توجہ ہٹانا چاہتی تھی.....نہیں چاہتی تھی کہ اسے کھولا جائے۔ فریدی نے جس انداز میں اسے ٹالا تھا اس سے تو یہی مترشح ہوتا تھا کہ وہ خود وہاں سے نہیں ہٹنا چاہتا.....تو یہ عورت کچھ بتانے پر آمادگی ظاہر کر کے دراصل کچھ چھپانا چاہتی تھی۔

تھیلما کی گاڑی ایک کراسنگ پر رکی.....اس کے پیچھے دو گاڑیاں اور بھی تھیں، پھر لنکن تھی.....حمید نے احتیاطاً اپنی گاڑی دو گاڑیوں کے پیچھے رکھی تھی۔ اس تعاقب کی وجہ یہی ہوسکتی تھی کہ فریدی کو شبہ تھا.....شبہ تھا کہ وہ سیدھی ہسپتال نہیں جائے گی یا پھر سرے سے اُدھر کا رخ ہی نہ کرے۔ شبہ بار آور ہو رہا تھا۔ اس نے ابھی ابھی پولیس ہسپتال کی قریب ترین راہ نظر انداز کی تھی۔

حمید اب قاسم کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ پھر ذہنی رو اس بلیک میلر کے طریق کار کی طرف منتقل ہوگئی۔ آخر وہ رقم وصول کرنے کے لئے خصوصیت سے اپنے تھیلے کیوں بھیجتا ہے۔ وہ تھیلے کس قسم کے ہوتے ہوں گے۔ فی الحال ایک تھیلا قاسم کے پاس تھا۔ اگر فریدی چاہتا تو قاسم سے تھیلا حاصل کر کے بلیک میلر کے لئے کسی قسم کا جال بچھا سکتا تھا۔ لیکن اس نے اسے

رواروی میں ٹال دیا تھا۔ آخر کیوں؟ کیا اس لئے کہ ڈیکن یہ معلوم کرنے میں ناکام رہا تھا کہ جھریالی کی بھوری چٹان سے تھیلا کس نے اٹھایا تھا۔ ڈیکن.....ڈیکن.....!

حمید مضطربانہ انداز میں سیٹ پر کسمسایا۔ آٹو سگنل کی روشنی تبدیل ہوئی اور تھیلما کی گاڑی آگے بڑھ گئی۔ تعاقب جاری رہا.....ڈیکن.....ڈیکن.....ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اس نے ایک کہانی سنائی تھی جس کی تصدیق قاسم کی کہانی سے بھی ہوگئی تھی۔ لیکن کیا خود ڈیکن ہی کہانی کی پشت پر نہیں ہوسکتا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ فریدی اتفاقاً اسی بلیک میلر سے جاٹکرایا ہو اور بلیک میلر نے پہلے تو اسے اپنے طریقہ کار سے آگاہ کیا اور پھر کہانی میں مزید زور پیدا کرنے کے لئے.....سوئی..... پاگل پن اور حملے کا ڈرامہ پیش کردیا۔ اس طرح کسی ایسے خطرناک آدمی کا وجود بھی ثابت ہوگیا جو اُسے بلیک میل کر رہا تھا اور دوسری طرف خود اس کی بھی پوزیشن صاف ہوگئی اور تیسرا مقصد بھی حل ہوگیا ہو.....یعنی پولیس کو مرعوب کرنا۔ گویا وہ جب بھی چاہے اپنے خلاف تفتیش کرنے والوں کا صفایا کرسکتا ہے۔ اب اسی وقت اگر فریدی ہوشیار نہ ہوتا تو شاید اُسے بھی ہسپتال ہی کا رخ کرنا پڑتا.....ڈیکن.....ڈیکن.....!

حمید نے پھر مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔

تھیلما کی گاڑی جھریالی کی سڑک پر مڑ رہی تھی۔ حمید نے سوچا کہ اب یہ تعاقب راز نہ رہ سکے گا کیونکہ جھریالی کی سڑک پر زیادہ ٹریفک نہیں ہوتا تھا۔ تھیلما نے ان کی گاڑی پر دھیان دیا ہو یا نہ دیا ہو لیکن انہیں تو بخوبی دیکھ چکی تھی.....پھر.....؟''

ٹیڑھا سوال تھا۔ کچھ بھی ہو.....اب تو تعاقب جاری رکھنا اشد ضروری تھا۔ آخر وہ ڈیکن کی خیریت معلوم کئے بغیر جھریالی کی طرف کیوں بھاگی جارہی تھی۔

جھریالی..... جہاں بھوری چٹان نام کی ایک جگہ تھی.....وہ جگہ جہاں بلیک میلر اپنے شکاروں سے رقومات وصول کرتا تھا۔

دفعتاً اسے یاد آیا کہ فریدی اپنی گاڑیوں میں اکثر ریڈی میڈ قسم کے میک اپ بھی رکھتا ہے۔ مثلاً ایسے مصنوعی دانت، جو اصلی دانتوں پر چڑھائے جاسکیں یا پلاسٹک کے ایسے خول

جنہیں ناک پر چڑھا کر حلئے میں کسی حد تک تبدیلی کی جاسکے۔ ایسی ناکوں کے ساتھ گھنی مونچھیں بھی ہوتی تھیں، جن سے کم از کم اوپری ہونٹ تو ڈھک ہی جاتا تھا۔

مگر اُسے اپنے سائز کی کوئی ناک نہ مل سکی۔ پھر مجبوراً وہی کرنا پڑا جس کے خیال ہی سے وحشت ہوتی تھی۔ یعنی مصنوعی دانتوں کے خول استعمال کرنے پڑے۔

اس نے عقب نما آئینے کی پوزیشن بدل کر اپنی شکل دیکھی۔ دو بڑے بڑے دانت نچلے ہونٹ پر سائبان کی طرح چھائے ہوئے تھے۔ شکل میں حیرت انگیز طور پر تبدیلی ہوئی تھی۔ بائیں ہاتھ سے کوٹ بھی اتارا۔ ٹائی کھینچ کر نیچے ڈال دی.....اور سوچنے لگا کہ اگر وہ ان دانتوں سمیت کسی کے خیالوں میں بس رہے تو خیالات کا کیا حشر ہو۔

تھیلما کی گاڑی کی رفتار اس سڑک پر خاصی تیز ہوگئی تھی۔ حمید نے اپنی گاڑی مناسب فاصلے پر رکھی۔

کچھ دیر بعد اس نے خود کو اس علاقے میں پایا جہاں غیر سرکاری سائنسی تجربہ گاہیں تھیں۔ ایک کی کمپاؤنڈ میں تھیلما کی گاڑی داخل ہورہی تھی۔ حمید اپنی گاڑی آگے نکالتا لئے چلا گیا۔ مگر اب اسے رکنا چاہئے تھا۔ اس نے اپنی گاڑی قریب ہی کی دوسری تجربہ گاہ کے سامنے چھوڑ دی اور اس تجربہ گاہ کی طرف پیدل ہی چل پڑا جہاں تھیلما گئی تھی۔

عمارت زیادہ بڑی نہیں تھی۔ سامنے کا کچھ حصہ صاف کر کے وہاں چھوٹا سا پائیں باغ ترتیب دیا گیا تھا ورنہ چاروں طرف مختلف قسم کی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور کمپاؤنڈ کی حد بندی بھی یہی جھاڑیاں کرتی تھیں۔ چہار دیواری نہیں تھی۔

اس نے کچھ دیر رک کر اندازہ کیا کہ کس طرف کی جھاڑیوں میں گھس کر بہ آسانی عمارت تک پہنچ سکے گا۔ وہ پھر چل پڑا.....آس پاس سناٹا تھا اس لئے اس نے زیادہ احتیاط کی بھی ضرورت نہ محسوس کی۔ عمارت کی پشت پر ساری کھڑکیاں بند نظر آئیں۔ لیکن ان میں شیشے جڑے ہوئے تھے اس لئے اندر کا جائزہ بخوبی لیا جاسکتا تھا۔

اس طرف جھاڑیاں اتنی بلند تھیں کہ دوسری جانب سے دیکھ لئے جانے کا بھی اندیشہ نہیں

تھا..... یک بیک اس نے کسی عورت کی آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔

''تم نے بہت بُرا کیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اس کی حالت بہتر نہیں ہے۔''

پھر کسی مرد کی آواز آئی۔ ''تمہیں وہم ہو گیا ہے ڈیئر۔ میں صرف محبت کرنا جانتا ہوں۔ رقابت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور پھر میں تو یہاں سے ہلا بھی نہیں تھا۔''

''تمہارے کسی آدمی نے.....!'' اس بار حمید نے تھیلما کی آواز پہچان لی۔

''مزید حماقت.....ایسے کام دوسروں کے ذریعے نہیں کرائے جاتے۔''

''آفیسر کہہ رہا تھا کہ اس پر کسی قسم کا زہر آزمایا گیا ہے جس کے اثر سے اس کا دماغ ماؤف ہو گیا ہے۔''

''اور تم یہاں دوڑی آئیں۔'' مرد ہنس پڑا۔ ''کیونکہ زہروں کے متعلق میری معلومات وسیع ہیں۔ جاؤ ڈارلنگ اُسے تمہاری ضرورت ہوگی۔ وقت برباد نہ کرو۔ اگر رقابت ہی کا معاملہ ہوتا تو وہ کبھی کا مر چکا ہوتا۔''

''ابھی کچھ ہی دن ہوئے تم دونوں جھگڑ بیٹھے تھے اور اس نے تمہیں دھمکیاں دی تھیں۔''

''میں نے تو نہیں دی تھیں۔ قریب آؤ۔ پریشانی کے عالم میں تم اور زیادہ حسین نظر آنے لگتی ہو۔ یہ سہمی سہمی سی آنکھیں کن کن جہانوں کی سیر کرا رہی ہیں۔ تھیلما کاش تم غیر فانی ہوتیں۔''

# چوہے کا شکار

حمید نے مصنوعی دانتوں کا خول سنبھالتے ہوئے طویل سانس لی۔

وہ اس آدمی کی شکل دیکھنا چاہتا تھا لیکن اوپر اٹھ کر کھڑکی میں جھانکنے کی ہمت نہ کر سکا اس طرح دیکھ لئے جانے کا خدشہ تھا۔ رات ہوتی تو خیر کوئی بات نہ تھی۔

''اونہہ..... تمہیں اس کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ میں کتنی پریشان ہوں۔'' کچھ دیر بعد تھیلما

کی آواز آئی۔ مرد کا قہقہہ بھرائی ہوئی سی آواز میں تھا۔ اس نے کہا۔ ''پھانسی کے تختے پر بھی آدمی کو اپنے لئے کوئی کچھ وقت ضرور نکالنا چاہئے۔''

''تم پاگل ہو ڈاکٹر..... میں نے اکثر یہ بھی سوچا ہے۔''

''عام آدمیوں سے مختلف ہوں اس لئے تم مجھے پاگل بھی سمجھ سکتی ہو۔''

''ڈیکن کو ہمارے تعلقات پر شبہ ہے۔'' تھیلما کی آواز آئی۔ ''میرا خیال ہے تم سے وہ اسی بناء پر جھگڑا کر بیٹھا تھا۔ اس لئے تمہاری بے عزتی کی تھی۔ میں کیسے مان لوں کہ تمہارے سینے میں انتقام کی آگ نہ بھڑکی ہوگی۔''

''اگر اُسے تم سے نفرت ہوتی تو میں یقیناً اسے مار ڈالتا۔'' مرد بولا۔ ''لیکن یہ تو سوچو کہ وہ تم سے کتنی محبت کرتا ہے۔ کیا اس کی جاں بخشی کے لئے اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ جو لوگ میری پسندیدہ چیزیں پسند کرتے ہیں مجھے ان سے خاص قسم کی اُنسیت ہو جاتی ہے.....خواہ وہ پسندیدہ چیز عورت ہی کیوں نہ ہو۔''

''تم بکواس کر رہے ہو۔''

''یقین کرو..... میں اس معاملے میں عام آدمیوں سے بہت مختلف ہوں۔ دل چاہے پاگل کہہ لو.....لیکن جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے جھوٹ سمجھ کر تم مجھ پر ظلم کرو گی۔''

''پھر اس کے پاگل پن میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔''

''کسی کا بھی نہیں.....اس کا سا مزاج رکھنے والے خود بخود ہی پاگل ہو سکتے ہیں۔''

''آفیسر کہہ رہا تھا کہ ڈیکن نے اُسے فون پر اطلاع دی تھی کہ وہ خطرے میں ہے وہ وہاں پہنچا تو ڈیکن کی حالت غیر تھی۔ وہ کراہ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے خنجر نکال کر آفیسر پر حملہ کر دیا.....وہ ہوش میں نہیں تھا.....اس نے اُسے قابو میں کر کے ہسپتال بھجوا دیا۔''

''تمہاری موجودگی میں ہسپتال بھجوا دیا تھا۔''

''نہیں.....میں دیر سے پہنچی تھی۔''

''ہسپتال گئی تھیں۔''

''میں سیدھی ادھر ہی آئی ہوں۔''

''تم نے بہت بُرا کیا کہ اس کی خبر لینے کی بجائے ادھر چلی آئیں..... واپس جاؤ..... جلدی کرو۔ اگر کسی نے تمہارا تعاقب کیا ہوگا تو جانتی ہو میں کتنی الجھنوں میں پھنس جاؤں گا۔''

''اوہ..... مجھے اس کا خیال ہی نہیں آیا تھا..... اُوہ..... اوہ..... یقیناً مجھے پہلے وہیں جانا چاہیے تھا..... مگر..... سنو! میرا خیال ہے کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا۔''

''تم نے اس کی طرف دھیان ہی نہ دیا ہوگا۔ اتنی چالاک نہیں ہو۔ جاؤ جلدی کرو۔''

کچھ دیر بعد قدموں کی آواز سنائی دی۔ حمید جہاں تھا وہیں دبکا رہا۔ اب وہ اس آدمی کے متعلق معلومات فراہم کئے بغیر یہاں سے کیسے جا سکتا تھا۔

تھیلما شائد ذہنی طور پر اتنی الجھی ہوئی تھی کہ اس نے اپنے پیچھے آنے والی گاڑی کی طرف دھیان بھی نہیں دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور آہستہ آہستہ رینگتا ہوا بائیں جانب بڑھنے لگا۔

دانتوں کا خول نچلے ہونٹ پر بُری طرح چبھ رہا تھا۔ اس لئے اب اس نے اسے نکال کر جیب میں ڈال لیا۔ ویسے بھی اب اس کا کام تو ختم ہی ہو چکا تھا۔ وہ محض اس لئے استعمال کیا گیا تھا کہ کہیں مسز ڈیکن اسے پہچان کر وہاں کا قصد ہی ترک نہ کر دے جہاں اُسے جانا تھا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ کم از کم اس آدمی کو تو دیکھنا ہی چاہیے جس سے وہ ابھی گفتگو کر رہی تھی۔

یک بیک اس نے کسی عورت کے چیخنے کی آوازیں سنیں اور تیزی سے آواز ہی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بائیں باغ میں ایک لڑکی بے تحاشہ دوڑتی پھر رہی تھی اور ایک بڑا سا چوہا اس کے پیچھے تھا۔ حمید کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے کسی چوہے کو کتے کی طرح آدمی پر جھپٹتے دیکھا ہو۔ لڑکی چیختی ہوئی ادھر اُدھر کودتی پھر رہی تھی۔

پھر حمید یہ بھول گیا کہ وہ کون ہے اور یہاں آنے کا مقصد کیا تھا۔ اگر لڑکی سے محض مسخرہ

پن سرزد ہو رہا تھا تب بھی وہ بہر حال ایک لڑکی ہی کا معاملہ تھا۔

حمید نے ریوالور نکال کر چوہے کا نشانہ لیا..... فائر ہوا اور چوہا اچھل کر دور جا پڑا۔

''خوب..... خوب..... بہت اچھے۔'' برآمدے کی طرف سے آواز آئی۔

حمید اس جانب مڑا۔ لڑکی کچھ بڑبڑاتی ہوئی عمارت میں داخل ہو رہی تھی۔

حمید کے اس کارنامے کی داد دینے والا ایک طویل قامت آدمی تھا۔ سیاہ فرنچ کٹ ڈاڑھی اور باریک مونچھوں میں خاصا وجیہہ معلوم ہوتا تھا۔ رنگت سرخ و سفید تھی۔ عمر چالیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔

''ایسے بہادروں سے مل کر واقعی بڑی خوشی ہوتی ہے۔'' وہ مصافحے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہوئے حمید کی طرف بڑھا۔

''ظاہر ہے ایسے چوہوں سے مل کر میرا کیا حال ہوتا ہوگا۔'' حمید نے بھی اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ مصافحے میں گرم جوشی سے زیادہ طاقت کا اظہار تھا۔ حمید کو وہ فولادی پنجہ معلوم ہوا تھا، لیکن وہ خود بھی کمزور تو نہیں تھا۔ جوابی دباؤ بھی اس فولادی پنجے کے شایان شان ہی تھا۔

''قاضی کے گھر چوہوں کے متعلق آپ نے سنا ہی ہوگا۔'' حمید نے اس کے لہجے میں زہریلا پن محسوس کیا۔

''جی ہاں! یہ چوہا بھی یہی کہتا معلوم ہو رہا تھا..... کہ..... رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن۔'' حمید نے جواب دیا۔

''آس پاس والے بخوبی جانتے ہیں کہ میں اپنی حدود میں بغیر اجازت داخل ہونے والے اجنبیوں سے کیسا برتاؤ کرتا ہوں۔ آپ کو یہاں فائر کرنے کی جرأت کیسے ہوئی۔''

''ابھی تو آپ میرے اس دلیرانہ اقدام کی تعریف کر رہے تھے۔''

''اُوہ..... ٹھیک ہے..... میں بھول گیا تھا۔ اب وہ آپ پر عاشق ہو جائے گی۔ یہ لڑکیاں اسی تاک میں رہتی ہیں کہ کب کوئی ان کیلئے کسی قسم کا دلیرانہ کارنامہ انجام دے اور وہ کھٹاک

سے عاشق ہو جائیں.....!'' اس نے مسکرا کر کہا۔ لیکن لہجے میں زہریلا پن بدستور موجود تھا۔

''تب تو قاضی کے یہاں کی بلیاں بھی کم از کم وکٹوریہ کراس تو حاصل ہی کر چکی ہوں گی۔''

''بکواس بند کرو۔'' اس نے یک بیک غصیلے لہجے میں کہا۔ ''تم نے ایک ایسے چوہے کو مار ڈالا ہے جس پر میرے تقریباً پانچ ہزار روپے صرف ہوئے تھے۔''

''اس کی رسید تمہیں کسی پاگل خانے سے دلوا دی جائے گی۔''

''کیا مطلب.....؟''

حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور اسے گھورتا ہوا بولا۔

''تھیلما ڈیکن کو تم کب سے جانتے ہو۔'' اور قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیتا اپنا کارڈ بھی اس کی طرف بڑھا دیا۔

کارڈ پر نظر پڑتے ہی اس نے ایک طویل سانس لی اور پھر اس کے چہرے سے غیض و غضب کے آثار یکسر غائب ہو گئے۔

''شائد پچھلے دو سال سے۔'' وہ حمید کا کارڈ واپس کرتا ہوا مسکرایا۔

''وہ ابھی یہاں کیوں آئی تھی۔''

''سوال ایسا ہے جس کا جواب شائد آپ اپنی رپورٹ میں تحریر کرنا پسند نہ کریں۔''

''فی الحال میں آپ کا یہی جواب درج کروں گا۔'' حمید جیب سے نوٹ بک نکالتا ہوا بولا۔ ''آپ کا نام۔''

''طاہر سعید..... ڈاکٹر طاہر سعید..... ماہر حشرات الارض۔''

یہ نام حمید پہلے بھی سن چکا تھا۔ ڈاکٹر طاہر سعید مشہور شخصیتوں میں سے تھا، لیکن حمید نے اپنے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا نہ ہونے دیئے۔ نوٹ بک کے صفحے پر اس کی پنسل چلتی رہی۔ ولدیت اور پتہ نوٹ کرنے کے بعد اس نے دوسرے سوالات شروع کر دیئے لیکن یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ وہ کچھ دیر پہلے ان دونوں کی گفتگو سن چکا تھا۔

اسی طرح وہ اندازہ لگا سکتا کہ ان معاملات میں اس شخص کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ مگر

ڈاکٹر طاہر نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔ تھیلما کی آمد کا اصل مقصد بتاتے ہوئے اس نے کہا۔

''اس عورت نے میری اور اپنی پوزیشن خراب کرلی ہے۔ اندر چلئے میں آپ کو اسی لڑکی کے ہاتھوں کی چائے پلواؤں گا جو اس عرصہ میں آپ پر اچھی طرح عاشق ہوچکی ہوگی۔''

''آپ ایک ذمہ دار آفیسر کو اپنا بیان دے رہے ہیں۔'' حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

''چھوڑو یار..... آفیسر کسی دوسری مشین میں ڈھل کر نہیں آتے ہیں۔ نپولین تم سے بھی زیادہ خونخوار آدمی تھا۔''

حمید نے پلکیں جھپکائیں۔ اپنے ٹائپ کا پہلا ہی آدمی اس وقت اس کے ہاتھ لگا تھا۔ ہوسکتا تھا یہ وہی ہو جس کی انہیں تلاش تھی۔ لیکن تھا دلچسپ۔ اس نے سوچا چلو یہ بھی سہی۔ ہوسکتا ہے اسی وقت اس پر ہاتھ ڈالنے کا موقع نصیب ہوجائے۔

اس نے اس کے ساتھ اندر جانے میں ہچکچاہٹ نہ ظاہر کی۔

وہ اسے ایک کمرے میں لے آیا۔ یہاں معمولی سا فرنیچر تھا۔ ڈاکٹر نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھتے ہوئے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی جو میز کے ایک پائے میں نصب تھا۔ عمارت کے کسی دور افتادہ حصے میں گھنٹی کی آواز گونجی۔ حمید کا داہنا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا اور ریوالور کے دستے پر گرفت اتنی ہی مضبوط تھی کہ ضرورت پڑنے پر پلک جھپکتے نکالا جاسکے۔

کچھ دیر بعد وہی لڑکی بائیں جانب والے دروازے میں دکھائی دی۔ ڈاکٹر نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ اشارہ کیا اور وہ الٹے پیروں واپس گئی۔

''ہاں تو میں کہہ رہا تھا.....!'' وہ حمید کی طرف مڑا۔ ''میں اور ڈیکن گہرے دوست تھے، تھیلما مجھے بھی پسند ہے۔ ہوسکتا ہے ہمارے درمیان جھگڑے کا باعث وہی بنی ہو۔ اگر ڈیکن میرا دشمن ہوگیا ہے تو تھیلما نے فرض کرلیا کہ میں بھی اس کے خون کا پیاسا ہوں۔''

''قدرتی بات ہے۔''

''قدرتی بات.....!'' ڈاکٹر نے طویل سانس لی۔ ''جو بات آج قدرتی ہے کل نہ رہے گی۔ کل چوہا آدمی کی آہٹ پر بھاگتا تھا آج تم نے اسے آدمی پر جھپٹتے دیکھا ہے۔ آج ایسے

معاملات میں رقابت قدرتی بات ہے لیکن کل نہ ہوگی۔''

''لیکن یہ چوہا میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔''

''میں یہاں ایسے تجربات کر رہا ہوں جن کے تحت آدمی کو حشرات الارض کی تباہکاریوں سے نجات دلائی جا سکے۔ لیکن جانتے ہو کیا ہو رہا ہے۔ مثال کے طور پر چوہوں کو لے لو۔ یہ ہر سال ہمیں ہزاروں ٹن اناج سے محروم کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ نہ صرف انہیں فنا کر دیا جائے بلکہ ان کی پیدائش ہی روکنے کی کوشش کی جائے۔''

''بڑا نیک کام ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔ جو تدابیر اختیار کرتا ہوں وہ موجودہ نسل کو کسی حد تک کمزور کر دیتی ہیں لیکن اس کی دوسری پشت انہیں تدابیر کا جم کر مقابلہ کرتی ہے وہ دراصل ان کے خلاف ویسی ہی قوت دافعہ لے کر پیدا ہوتی ہے پھر ان کے خلاف دوسری تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن تیسری پشت انہیں بھی بے کار کر دیتی ہے۔ جس نسل پر میں نے پہلا تجربہ کیا تھا اس کی آٹھویں پشت کا کارنامہ تم ابھی دیکھ چکے ہو۔ یہ اتنی شیر ہے کہ آدمی ہی پر جھپٹ پڑتی ہے۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔''

''عجیب نہیں بلکہ قدرتی بات ہے۔ تمہیں اس سمندر میں بھی مچھلیاں ملیں گی جس کی سطح ٹھنڈک سے جم جاتی ہے۔ لیکن کسی تالاب کی مچھلی کو برف کی سل پر ڈال دو تو وہ ختم ہو جائے گی، کیونکہ اتنی ٹھنڈک کے خلاف اُس میں قوت دافعہ موجود نہیں ہے۔ لیکن اگر تم روزانہ تالاب کی مچھلیوں کو برف کی سل پر ڈالتے رہو..... کم از کم اتنی دیر تک کہ ان کی زندگی خطرے میں پڑ جائے پھر انہیں ہٹا لو وہ مرنے نہ پائیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ ان کی تیسری یا چوتھی پشت برف کی سل پر گھنٹوں پھدکتی پھرے گی۔

حمید سوچنے لگا کہ آخر وہ اتنی بکواس کیوں کر رہا ہے۔ صورت سے تو جھکی نہیں معلوم ہوتا۔ آنکھوں میں ذہانت اور قوت ارادی کی جھلکیاں بھی موجود ہیں۔ ایسی آنکھیں رکھنے والے عموماً

ٹھوس اور کم گو ہوتے ہیں۔ وہ ایسی چہکتی ہوئی شوخ آواز میں گفتگو نہیں کر سکتے۔

آخر اس نے کہا۔ ''کیا میں چوہوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے آیا ہوں۔''

''مطلب یہ ہے کہ ڈیکن جیسے لوگ میری نظروں میں چوہوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ اس نے مجھے پھانسنے کے لئے ایک گھٹیا پلاٹ بنایا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کا پردادا کسی قانونی شکنجے میں جکڑا جا سکا ہو۔ لیکن اسے گرفت میں لینا مشکل ہوگا کیونکہ اسے قانون کی حدود ہی میں رہ کر قانون شکنی کرنا آ گیا ہے۔ وہ ان الفاظ سے بخوبی کھیل سکتا ہے جو کسی قانون کی تشکیل کرتے ہیں۔''

''کیا مطلب.....!''

''اس کے پردادا کے وقت سے اب تک تعزیری قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن یہ اپنے پردادا سے کہیں زیادہ ذہین ہیں۔ ایسا ہی چوہا ہے جو آدمی پر بھی جھپٹ سکے، جو چوہا تم نے ابھی دیکھا تھا اسے ختم کرنے کے لئے میں وہی تدابیر اختیار کر رہا ہوں جو اس سے پہلے کی سات پشتوں کے لئے کرتا رہا تھا۔ شروع کی دو پشتیں کسی قدر کمزور ہوگئی تھیں، ان میں کچھ مرے بھی تھے لیکن بعد کی نسلیں جم کر اُن تدابیر کا مقابلہ کرتی رہیں اور اب یہ چوہا..... ہاہا.....تو کیا سمجھے۔ ضرورت ہے کہ تعزیری قوانین میں حسب ضرورت وقتاً فوقتاً تبدیلیاں یا ترمیمات کی جاتی رہیں.....ورنہ ایک دن پورا معاشرہ چوہوں کا اکھاڑہ بن کر رہ جائے گا۔''

''میں تعزیرات پر لیکچر اٹنڈ کرنے نہیں آیا.....ڈاکٹر سعید۔''

''آہا.....آہا.....ٹھیک ہے۔'' ڈاکٹر نے ہنس کر گھنٹی کا بٹن دبایا پھر بولا ''میں سمجھتا ہوں تم چائے بھی پیو گے اور تھیلما کے متعلق میری شاعری سے بھی لطف اندوز ہونا چاہو گے۔ کیڑے مکوڑوں نے مجھے آدمی بنا دیا ہے ورنہ آج سے دس سال پہلے میں بھی ایک حقیر سا کیڑا تھا۔ اُس وقت میں تم سے آنکھیں چار کر کے یہ نہ کہہ سکتا کہ تھیلما مجھے بہت پسند ہے۔ ہاہا.....کہیں تم رقابت کے امکانات پر غور نہ کرنے لگو.....نہیں ڈیئر.....قطعی نہیں.....ڈیکن بھی مجھے اسی لئے پسند ہے کہ وہ تھیلما کو بہت چاہتا ہے اور یہ لڑکی شائد اب تنہا ہے۔ اسی لئے گھنٹی.....!''

ڈاکٹر نے اٹھنا چاہا لیکن حمید نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ’’نہیں شکریہ، اتنا ہی کافی ہے کہ میرے سوالات کے جواب دیتے رہو۔ میں چائے نہیں پیئوں گا۔‘‘

’’اچھا.....!‘‘ ڈاکٹر نے انگڑائی کے سے انداز میں اپنا جسم تانتے ہوئے کہا۔ ’’چلو شروع ہو جاؤ! آج مجھے بھی کام نہیں ہے۔ میں تمہیں چوبیس گھنٹے کا وقت دے سکتا ہوں۔‘‘

’’کیا ڈیکن کو کسی معاملے میں بلیک میل بھی کیا جا سکتا ہے۔‘‘

اس سوال پر پہلی بار حمید کو اس کی آنکھوں میں سنجیدگی نظر آئی۔

وہ چند لمحے شائد اس سوال کو تولتا رہا پھر بولا۔ ’’میں اس سوال کا جواب کیسے دے سکوں گا کیونکہ بلیک میل کئے جانے والے معاملات سے اگر ہر شخص آگاہ ہو تو پھر بلیک میلنگ کا سوال ہی نہ پیدا ہوگا۔‘‘

پھر حمید کو بھی احساس ہوا کہ یہ سوال حد درجہ احمقانہ ہے۔ ویسے وہ بھی یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس سے جلد بازی سرزد ہوئی ہے۔ اسے اس طرح اچانک سامنے نہ آجانا چاہئے تھا۔ اب یہ چالاک آدمی اُسے باتوں میں اڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔

’’دوسرا سوال.....!‘‘ ڈاکٹر مسکرایا۔ حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ لڑکی ہاتھوں پر چائے کی ٹرے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ خاصی قبول صورت تھی۔ رکھ رکھاؤ سے ملازمہ بھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ہوسکتا ہے ڈاکٹر سے کوئی رشتہ رہا ہو.....لیکن.....حمید نے سوچا اگر رشتہ ہوتا تو ڈاکٹر اس کے متعلق ایسی باتیں نہ کرتا۔

لڑکی نے ٹرے میز پر رکھ دی اور دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ دفعتاً ڈاکٹر دہاڑا۔ ’’پھر وہی براؤن شوگر! کتنی بار سمجھایا ہے کہ میرے سامنے بھوری شکر نہ آیا کرے۔‘‘

لڑکی نے سر اٹھایا اور خاموشی سے اُسے گھورتی رہی اور ڈاکٹر ہاتھ ہلا ہلا کر اسے بُرا بھلا کہتا رہا۔ پھر یک بیک لڑکی کے حلق سے عجیب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں، پہلے تو حمید چکرایا..... یہ کیسی آوازیں تھیں۔ کیا وہ کسی زبان کے الفاظ تھے جو اس کے لئے نئی رہی ہو۔ پھر بات ذرا

دیر سے سمجھ میں آئی.....لڑکی گونگی تھی۔حمید کا دل چاہا کہ اپنے گالوں پر دو تین تھپڑ لگائے اور کسی ریلوے انجن کی طرح چھک چھک پھک پھک کرتا اور سیٹی بجاتا ہوا یہاں سے نکل بھاگے۔

لڑکی اسی طرح چیختی اور دہاڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ جیسے کہہ رہی ہو۔''جہنم میں جاؤ..... مزاج ہی نہیں ملتے بیچارے کے..... ہاں.....نہیں تو.....!''

''یہ مجھے پاگل بنا دے گی۔'' ڈاکٹر سر کے بال نوچتا ہوا بڑبڑایا۔ پھر چونک کر حمید سے پوچھا۔''آپ کتنی شکر پیتے ہیں جناب۔''

''شکریہ۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔''میں ڈیوٹی پر ہوں اس لئے اصولاً اس قسم کی دعوتیں قبول کرنا میرے بس سے باہر ہے۔''

''اوہاہا۔'' ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا۔''اب یہ چائے بھی حلق میں پھنسے گی۔ اسی طرح جیسے گونگی کی آواز پھنسنے لگتی ہے۔ اچھی بات ہے میں مجبور نہیں کروں گا۔''

وہ صرف ایک پیالی میں شکر ڈال کر چائے انڈیلنے لگا۔حمید کا دل چاہ رہا تھا کہ ایک ہاتھ سے اس کی ڈاڑھی پکڑنے کی کوشش کرے اور دوسرے ہاتھ سے ایسا بھرپور گھونسہ رسید کرے کہ ناک کا زاویہ ہی بدل کر رہ جائے۔

''اوہ.....کیپٹن.....!'' یک بیک ڈاکٹر چونک کر بولا۔''ٹھہرو.....شائد تم اس سلسلے میں کوئی مدد کرسکو۔''

حمید نے اُسے تیکھی نظروں سے دیکھا مگر کچھ بولا نہیں۔

ڈاکٹر کہہ رہا تھا۔''وہ چوہا میں نے اسی لئے اس کے پیچھے چھوڑا تھا کہ اس کی اصلیت معلوم کرسکوں۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ گونگی نہیں ہے۔ بہرحال تم نے کھیل بگاڑ دیا۔سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح اس کا معمہ حل ہو۔''

''ڈاکٹر.....!''حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔''تم آخر آدمیوں کی طرح گفتگو کیوں نہیں کرتے۔''

وہ دراصل ڈاکٹر کو غصہ دلانا چاہتا تھا۔اس طرح وہ اس سے کچھ نہ کچھ اگلوانا چاہتا تھا۔

لیکن ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔''یقین کرو..... پیارے دوست..... میں کسی دن ثابت کردوں گا کہ

لڑکی گونگی نہیں ہے۔"

# اعتراف

فریدی نے حمید سے پوچھا۔"تو کیا وہ گھنٹی کی آواز پر آئی تھی۔"

"مجھے خود بھی حیرت ہوئی تھی۔" حمید بولا۔"لیکن ڈاکٹر سعید نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ وہاں ایک بوڑھی عورت اور بھی ہے جو اسے گھنٹی کی آواز کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ پھر بھی یہ کہانی میری سمجھ میں تو نہیں آئی۔"

"ہوں تو گونگی کی کہانی کیا ہے۔" فریدی نے دانتوں سے سگار نکال کر پوچھا۔

"پانچ تاریخ کو جو قیامت خیز بارش ہوئی تھی اس نے جھریالی کے پورے ہی علاقے کو جھیل بنا دیا تھا۔ ڈاکٹر کو وہ اسی شام تجربہ گاہ کے قریب ہی بیہوش پڑی ملی تھی۔ ڈاکٹر نے آس پاس اس کے متعلق پوچھ گچھ کی، لیکن کوئی بھی اسے نہ پہچان سکا۔ دو دن تک وہ اُسے ساتھ لئے سارے شہر میں بھٹکتا پھرا تھا مگر وہ نہ بتا سکی کہ وہ کہاں رہتی تھی۔ اب اس نے اس کا باورچی خانہ سنبھال لیا ہے۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ وہ ایک تجربہ کار باورچن کی جگہ پُر کر سکتی ہے۔ کبھی اس سے یہ بھی نہیں کہتی کہ اسے اسکے گھر پہنچا دیا جائے۔ مگر ڈاکٹر کو شبہ ہے کہ وہ گونگی نہیں ہے۔"

"ڈاکٹر دلچسپ آدمی معلوم ہوتا ہے۔" فریدی کچھ دیر بعد بولا۔

"ڈیکن کے دفتر کا عقبی دروازہ کھولا تھا آپ نے۔"

"ہاں..... وہ تنگ سی راہداری ہے..... جس کا دوسرا دروازہ عقبی گلی میں کھلتا ہے۔ وہ مجھے کھلا ہی ہوا ملا تھا۔"

"تو آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ سگار کا دھواں کمرے میں منتشر ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد حمید نے

پوچھا۔ ''کیا خیال ہے تھیلما کے متعلق..... کیا وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہم ڈیکن کے آفس کا عقبی دروازہ کھولیں۔''

''اگر نہیں چاہتی تھی تو اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ اس کی دانست میں کوئی آدمی اس وقت بھی راہداری میں موجود رہا ہوگا۔'' فریدی نے کہا۔

''اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال بھی پیدا ہوگا۔'' حمید بولا۔ ''اگر وہاں اسے کسی کی موجودگی کا شبہ تھا تو شبہے کی تصدیق کئے بغیر وہ اتنی دور کیوں دوڑی چلی گئی تھی۔''

''کیا شبہ دو مختلف آدمیوں پر نہیں ہوسکتا۔'' فریدی نے سوال کیا۔

''ہوسکتا ہے وہ اسی لئے وہاں گئی ہو کہ دو کی بجائے کسی ایک پر شبہ کر سکے۔ ڈاکٹر جس انداز میں تم سے ملا تھا اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ واردات کے وقت تجربہ گاہ میں اپنی موجودگی ثابت کر سکے گا۔''

''تب پھر تھیلما ڈیکن کے کسی دوسرے دشمن کے وجود پر روشنی ڈال سکے گی۔''

''یہ نہ بھولو کہ وہ کوئی بلیک میلر ہے۔'' فریدی نے کہا اور اس فون کال کے متعلق بتانے لگا جو ڈیکن کے مجنونانہ حملے کے بعد ہی آئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

''دوسری طرف سے بولنے والے نے مجھے کچھ اس انداز میں دھمکیاں دی تھیں جیسے ڈیکن ابھی تھوڑی ہی دیر میں مر جائے گا اور میں اس وجہ سے کسی دشواری میں پھنس جاؤں گا کہ لوگوں نے مجھے اس سے ہاتھا پائی کرتے دیکھا تھا۔''

''اوہ..... تو اب ڈیکن کس حال میں ہے۔''

''ڈاکٹر کو اس وقت غلط فہمی ہوئی تھی۔ اب اس کا کہنا ہے کہ حالت قابل اطمینان نہیں۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے آپ کو بھی بہرحال ایک الجھن میں پھنسا ہی دیا۔''

فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور سگار کو ہونٹوں میں دبائے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ''وہ کال کسی عورت کی تھی، جس نے مرد

بننے کی ناکام کوشش کی تھی۔''

''کون سی کال.....!''حمید چونک پڑا۔

''وہی جس کے ذریعہ مجھے مجمعے میں دھمکی دی گئی تھی۔''

''اور تھیلما اس کے بعد ہی آئی تھی۔''

''تم تھیلما کے امکانات پر غور کرو گے۔''فریدی مسکرایا۔

''میں اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔''

''تھیلما کے متعلق میں اس وقت تک بہتیری معلومات بہم پہنچا چکا ہوں۔ تھیلما سے شادی سے قبل ڈیکن کوڑی کوڑی کو محتاج تھا۔ تھیلما سے شادی ہوتے ہی اس کا شمار دولت مندوں میں ہونے لگا۔ تھیلما سر یعقوب مسیح کی مالدار بیوہ تھی۔ ڈیکن نے شادی کے بعد ریالٹو خریدا تھا..... اُوہ.....ٹھہرو.....!''

فریدی خاموش ہوکر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔''ڈیکن کے معاملے پر از سرنو غور کرنا پڑے گا۔ ہوسکتا ہے تھیلما اس سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہو۔ اسے اس کا بھی علم ہو کہ کوئی اسے بلیک میل کرتا رہا ہے۔ لہٰذا اس نے اسی کی آڑ میں اس کا خاتمہ کردینے کی ٹھانی ہو۔ حالات کو سنسنی خیز بنانے کے لئے مجھے فون پر مخاطب کیا ہو۔ پھر ڈیکن کے آفس میں آ کر ایسی ایکٹنگ شروع کی ہو جیسے ہمیں عقبی دروازہ کھولنے سے باز رکھنا چاہتی ہو۔ ظاہر ہے کہ ہمیں اس حرکت پر اس کی طرف متوجہ ہونا ہی پڑتا۔ پھر وہ ڈیکن کی خبر لینے کی بجائے ڈاکٹر طاہر کی طرف دوڑی گئی جس کا اعتراف تم خود اپنے کانوں سے سن چکے ہو کہ وہ زہروں کا ماہر بھی ہے۔''

''اُوہو.....تو آپ کا یہ خیال ہے کہ وہ اپنا جرم ڈاکٹر طاہر کے سر تھوپنا چاہتی ہے۔''

''ممکن ہے۔''

''تو پھر کسی تیسرے وجود کے امکانات پر بھی غور کرنا پڑے گا جس کے لئے وہ ڈیکن کا خاتمہ کرنا چاہتی ہو۔''

''ضروری نہیں ہے کہ کسی تیسرے آدمی کا وجود بھی ہو۔ ممکن ہے اب وہ آزاد ہی رہنا

چاہتی ہو۔''

''اس طرح تو دو کیس بنیں گے۔ ایک تھیلما کا اور دوسرا اس بلیک میلر کا جسے اس معاملے میں خواہ مخواہ کھینچ لایا گیا ہے۔'' حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''ختم کرو۔ ابھی ہم کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے۔ تھیلما کے متعلق بھی محض قیاس ہے۔''

''اگر قیاس ہے تو کسی تیسرے کے امکانات پر یقینی طور پر غور کرنا پڑے گا۔''

''ہاں اس صورت میں ممکن ہے۔ اگر ڈاکٹر اس وقت تجربہ گاہ میں اپنی موجودگی ثابت کر دیتا ہے تو کسی تیسرے کے امکانات پر غور کرنا پڑے گا جسے تھیلما بھی جانتی ہے۔''

''یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ تھیلما اُسے جانتی ہے۔'' حمید نے سوال کیا۔

''اس سے ایک حماقت سرزد ہوئی تھی۔ وہ یہ کہ اس نے عقبی دروازے کی طرف سے ہماری توجہ ہٹانے کی کوشش کی تھی۔ جب اس حماقت کا احساس ہوا تو ہمارا دھیان دوسری طرف ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔ ڈاکٹر طاہر تک جا پہنچنا اسی کوشش کا نتیجہ تھا۔ روز روشن میں کوئی ایسا آدمی اس گلی سے ڈیکن کے آفس میں گھسنے کی کوشش نہیں کرے گا، جو آس پاس والوں کے لئے اجنبی ہو۔ وہ یہیں کا کوئی فرد ہوسکتا ہے۔ وہ گلی ویران تو نہیں رہتی۔ وہاں ہر وقت دوسری بلڈنگ کے لوگ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ اکثر نے تو اپنی چار پائیاں تک گلی میں ڈال رکھی ہیں۔ وہ دراصل اس آدمی کی طرف سے ہماری توجہ ہٹانے کے لئے جھریالی دوڑی گئی تھی جس پر خود اُسے شبہ تھا۔ وہ کوئی ایسا ہی آدمی ہے جسے وہ مجرموں کے کٹہرے میں دیکھنا پسند نہ کرے گی اور شاید ڈیکن بھی اس آدمی پر شبہ نہ کر سکے۔ تھیلما سے اضطراری طور پر عقبی دروازے والی حماقت سرزد ہوئی تھی ورنہ وہ بیوقوف تو نہیں معلوم ہوتی۔ اُسے بھی فوری طور پر اپنی دو حماقتوں کا احساس ہوا ہوگا۔ ایک تو یہ کہ وہ ڈیکن کی خبر لینے کی بجائے وہاں رک گئی تھی اور دوسرے عقبی دروازے سے ہماری توجہ ہٹا کر کچھ بتانے کے لئے گھر لے جانا چاہتی تھی۔ ان حماقتوں کا احساس ہوتے ہی اُس نے سوچا ہوگا کہ اب اس کی نگرانی یقینی طور پر کی جائے گی۔ لہٰذا وہ کسی کو بچانے کے لئے جھریالی کی طرف جا نکلی۔ اگر تم اس سے اس سلسلے میں سوالات کرو تو وہ یہی

بتائے گی کہ اُسے ڈاکٹر کے علاوہ اور کسی پر شبہ نہیں ہے۔"

"غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس کے تعلقات ڈاکٹر کے علاوہ بھی کسی اور سے تھے جس کا علم ڈیکن کو نہیں تھا۔ ڈاکٹر کے متعلق شاید وہ جانتا تھا اور ڈاکٹر کے شبہے کے مطابق اُن دونوں کے جھگڑے کا باعث یہی چیز بنی تھی۔"

"ختم کرو! میری دانست میں یہ ساری باتیں غیر اہم ہیں۔ میں فی الحال اس پر غور کر رہا ہوں کہ اس بار ڈیکن کو بلیک میلر کا وہ تھیلا نہیں ملا تھا جس میں وہ رقم وصول کرتا ہے۔ کیا اس کاروبار میں کوئی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ آخر وہ اپنا ہی تھیلا کیوں بھیجتا ہے۔"

"کیا آپ کسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"ڈیکن کو غالباً تھیلا اس لئے نہیں ملا کہ کہیں وہ ہمارے ہاتھ نہ لگ جائے۔"

"لیکن قاسم کے پاس تو موجود ہے۔"

"بلیک میلر جانتا ہے کہ وہ اپنے باپ سے بہت ڈرتا ہے کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کرے گا۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ قاسم عورتوں کے معاملے میں بالکل احمق ہے۔ وہ تصویر کم از کم اپنے دوستوں کو فخریہ دکھاتا پھرے گا۔"

"پھر آپ نے اس کے متعلق کیا سوچا ہے۔"

"فی الحال اس سے دور ہی رہو۔ ہم دیکھیں گے کہ بھوری چٹان پر رکھے جانے والے تھیلے کا کیا حشر ہوتا ہے۔"

"ڈیکن نے وہاں پچاسوں آدمی چھپا کر تھیلے کا حشر معلوم کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن کامیاب نہیں ہوا تھا۔" حمید نے کہا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید اب ڈاکٹر طاہر کے متعلق سوچ رہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں۔ فریدی اسے زیرِ بحث نہیں لایا تھا۔ حالانکہ اس کی دانست میں وہ ان معاملات سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رکھتا تھا۔

دوسرے دن ڈیکن کے متعلق ملنے والی اطلاع تشفی بخش تھی۔ وہ خطرے کے دور سے گذر

چکا تھا اور اس حد تک ہوش میں تھا کہ خود ہی فریدی سے ملنے کی خواہش کی تھی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ وہ فریدی سے جلد از جلد ملنے پر بضد تھا۔

فریدی اس سے تنہا نہیں ملا تھا۔ حمید بھی ساتھ تھا۔

''مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی یاد نہیں۔'' ڈیکن نے کہا۔ ''یہ سن کر حیرت ہوئی ہے کہ میں نے آپ پر حملہ کیا تھا۔ میری میز کی دراز میں خنجر نہیں تھا۔ کسی نے مجھے فون پر مخاطب کر کے کہا تھا، بلاؤ کرنل فریدی کو جس سے مل کر مجھے پھنسوانے کی فکر میں ہو..... بلاؤ اسے آ کر تمہیں بچائے۔ میں بیس منٹ کے اندر اندر تمہارا خاتمہ کر دوں گا..... میں نے پہلے تو بوکھلا کر آفس کا دروازہ اندر سے مقفل کر دیا تھا پھر آپ کو فون پر اطلاع دی تھی۔ مگر افسوس کہ عقبی دروازے سے بے خبر تھا۔ مگر نہیں مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ گلی والا دروازہ مقفل ہے۔ بہر حال مجھے اتنا ہی یاد ہے کہ میں نے اپنے شانے میں تیز قسم کی چبھن محسوس کی تھی اور میرا پورا جسم بیکار ہو کر رہ گیا تھا۔ ایک جھنجھناہٹ سی تھی، جو رگ و پے میں دوڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے بعد کے واقعات ذہن سے قطعی محو ہو چکے ہیں۔''

''عقبی دروازے کا مصرف کیا ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''خدا جانے! عمارت میں نے نہیں بنوائی تھی۔''

''تم اسے استعمال کرتے رہے ہو۔''

''جی نہیں! گلی والا دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا تھا۔ کبھی اسے کھولنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی۔''

''کلب کا سپروائزر کیسا آدمی ہے۔''

''کیوں.....!'' ڈیکن چونک پڑا۔ پھر بولا۔ ''ارے نہیں۔ میں اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔ بے حد شریف آدمی ہے جناب۔ ہرگز نہیں قطعی نہیں۔''

''میں نے محسوس کیا ہے کہ اس کے گرد عورتوں کی بھیڑ رہتی ہے۔ عورتوں میں خاصا مقبول ہے۔''

''یہ اس کی ایڈیشنل کوالیفکیشن ہے۔'' ڈیکن بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔'' جو میرے لئے کسی طرح بھی نقصان دہ نہیں..... ہرگز نہیں۔ اس پر شبہ کرنے سے تو بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے ہی پھانسی پر چڑھا دیں..... کیونکہ میرا بزنس اسی کے دم سے چل رہا ہے۔''

پھر اس نے فریدی سے ایک عجیب وغریب درخواست کی۔ اس نے کہا کہ اُسے جیل بھیج دیا جائے۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ دوسرا ان دیکھا حملہ اُسے جہنم ہی میں پہنچا دے۔

فریدی نے اُسے اطمینان دلایا کہ وہ ہسپتال میں بھی خود کو محفوظ ہی سمجھے۔''

اور پھر ہسپتال سے واپسی پر وہ ڈیکن کی رہائشی عمارت کی کمپاؤنڈ میں رکے۔ تھیلما اندر موجود تھی۔ کار اندر پہنچتے ہی وہ خود ہی دوڑی چلی آئی۔ اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔ وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ پھر اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی فریدی نے بتایا۔

''ڈیکن خطرے سے باہر ہے..... تقریباً آدھے گھنٹے تک ہم سے گفتگو کرتا رہا۔''

مگر تھیلما کے چہرے پر اب بھی پریشانی ہی کے آثار تھے۔ اس نے بدقت کہا۔'' ڈاکٹر طاہر نے مجھے فون پر مطلع کیا تھا۔ اس کا خیال ہے کہ میں نے اسے دشواریوں میں مبتلا کردیا ہے۔''

''اس کا خیال غلط نہیں ہے۔'' فریدی مسکرایا۔

''لیکن اس کے پاس واضح ثبوت ہیں کہ وہ دن بھر اپنی تجربہ گاہ ہی میں رہا تھا۔''

''کیا میں کوئی کام کسی دوسرے سے نہیں لے سکتا۔'' فریدی بولا۔

''خدا جانے۔ میں تو بڑی الجھنوں میں پھنس گئی ہوں۔''

''ڈاکٹر پر شبہے کی وجہ کیا تھی۔''

''وہ دونوں ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں اور ڈاکٹر زہروں کا ماہر ہے۔''

''کوئی ایسا بھی ہے جس سے آپ نفرت کرتی ہیں۔'' حمید خواہ مخواہ بول پڑا۔

''کم از کم ایک آدمی تو ایسا ضرور ہے۔'' فریدی مسکرایا۔'' لیکن آپ اسے نہیں جانتیں۔''

تھیلما یک بیک چونک پڑی اور اس کے چہرے پر بے چینی کے آثار نظر آئے، پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کررہی ہو۔

''مم..... میں آپ کی بات بھی نہیں سمجھ سکی۔''

''اس بار تھیلا آیا ہے یا نہیں.....!'' فریدی نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

پھر ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اُسے الیکٹرک شاک لگا ہو۔ جھٹکے کے ساتھ کرسی کی پشت سے ٹک گئی تھی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے فریدی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حمید کھوپڑی سہلانے لگا۔

''تھیلا آئے تو مجھے ضرور مطلع کر دیجئے گا۔ میں اپنا کارڈ چھوڑے جارہا ہوں۔'' فریدی اٹھ گیا۔

تھیلما اتنی نروس ہو گئی تھی کہ انہیں برآمدے تک چھوڑنے کے لئے بھی نہ گئی۔

''یہ آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔'' حمید نے گاڑی میں بیٹھتے وقت کہا۔

''جال بچھا رہا ہوں۔''

''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ تھیلما کو بھی بلیک میل کیا جارہا ہے۔''

''ایک اندازہ تھا جو درست ثابت ہوا۔''

''آخر اندازے کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہی ہوگی۔''

''تھیلما مالدار عورت ہے۔''

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ضروری نہیں ہے کہ ہر مالدار کوئی ایسی کمزوری بھی رکھتا ہو جس کی بناء پر اُسے بلیک میل کیا جا سکے۔''

''تھیلما کے ساتھ ایک ایسی کمزوری موجود ہے..... وہ آدمی جس کی طرف سے ہماری توجہ ہٹانے کے لئے وہ جھریالی دوڑی گئی تھی۔''

''آپ کا اشارہ ریالٹو کے سپروائزر فیروز کی طرف تو نہیں ہے۔'' حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''ابھی آپ نے اس کا تذکرہ ڈیکن کے سامنے بھی چھیڑا تھا۔''

''تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔''

''آخر کس بناء پر۔''

''میں نے کل سے آج تک تھیلما کی کڑی نگرانی کرائی ہے۔ وہ یہ معلوم کر لینے کے لئے

بہت بے چین تھی کہ ڈیکن پر وہ حملہ فیروز کی طرف سے تو نہیں ہوا تھا۔ وہ فیروز ہی کے معاملے میں بلیک میل کی جا سکتی ہے۔ ڈیکن اسے ہرگز پسند نہیں کرے گا. کہ وہ اس کے کسی ملازم سے تعلقات استوار کرے۔ دراصل وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے خائف ہیں۔ تھیلما جانتی ہے کہ ڈیکن ایک خطرناک آدمی ہے اس لئے وہ اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کر سکے گی۔ ڈیکن کے لئے وہ سونے کی چڑیا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر ان کا ازدواجی رشتہ ختم ہوگیا تو اُسے ایک بہت بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔''

''اور کوئی آدمی دونوں ہی کو الگ الگ بلیک میل کر رہا ہے۔''

''فی الحال میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔''

گھر پہنچے انہیں دس منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ ملازم نے تھیلما کا کارڈ پیش کیا۔

وہ پہلے سے بھی زیادہ خوفزدہ اور نروس نظر آئی۔

''خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے۔'' وہ گڑگڑانے لگی۔ ''ڈیکن کو کچھ نہ بتایئے گا۔''

''ہمارا کام کسی کو کچھ بتانا نہیں بلکہ معلوم کرنا ہے۔ ڈیکن کو یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ تم جھریالی گئی تھیں۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''میں بے حد مشکور ہوں جناب۔ جب آپ اتنا جانتے ہیں تو یہ بھی جانتے ہوں گے کہ مجھے کس معاملے میں بلیک میل کیا جا رہا ہے۔''

''تم نے ہنری گیل کی کہانی پڑھی تھی؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''جی ہاں..... اس نے مجھے بھی مطلع کیا تھا کہ وہ جب چاہے کسی دوسرے طریقے سے بھی مجھے ذلیل کر سکتا ہے اس لئے میں کبھی ادائیگی کے سلسلے میں کوتاہی نہ کروں۔''

بہرحال اس نے بھی وہی کہانی دہرائی جو وہ ڈیکن کی زبانی پہلے سن چکے تھے۔ اس کے پاس بھی مقررہ تاریخوں پر پلاسٹک کے تھیلے آتے تھے۔

اس نے بھی جھریالی کی بھوری چٹان ہی کا حوالہ دیا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

''کیا آپ مجھے بلیک میل کرنے کی وجہ بھی جانتے ہیں۔''

''قطعی! لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اُسے اپنے اسسٹنٹ کی موجودگی میں ظاہر کروں۔ یہ تمہاری آئندہ زندگی کا سوال ہے۔ مطمئن رہو۔ کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے گی جو تمہارے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔''

تھیلما کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ دو موٹے موٹے قطرے ان کی سطح پر پھیل گئے تھے۔

تھیلما چلی گئی اور حمید اپنی کھوپڑی ہی سہلاتا رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ فریدی کس قسم کا جال پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ دفعتاً فریدی بولا۔ ''اگر میں نے اسی کے گھر پر ٹھہر کر بلیک میلنگ کے متعلق کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی ہوتی تو شائد اس سے ایک لفظ بھی نہ اگلوا سکتا۔ اب دیکھو کہ خود ہی بھاگی چلی آئی..... کام کرنا سیکھو۔''

# پُراسرار چور

پھر حمید کام کرنا سیکھنے لگا۔ دفتر سے چلتے وقت اس نے لیڈی انسپکٹر ریکھا سے چند الٹی سیدھی باتیں کیں اور گھر کی طرف بھاگ لیا۔ ذرا دیر بعد ریکھا بھی موجود تھی اور اس کا پارہ چڑھا ہوا تھا۔

فریدی نے حمید کو گھور کر دیکھا اور حمید بڑبڑانے لگا۔ ''کہاں سر دے ماروں۔ کام کرنا سیکھوں تو مصیبت..... نہ سیکھوں تو مصیبت۔''

''کیا بکواس ہے۔''

''کل کیا کہا تھا آپ نے؟'' حمید نے بھی آنکھیں نکالیں۔

''کیا مطلب.....؟''

''عورتوں سے ہمیشہ اس قسم کی گفتگو کرو کہ وہ خود ہی گھر تک دوڑی چلی آئیں۔''

''حمید میں تمہارا سر دیوار سے ٹکرا دوں گا۔''

''کچھ بھی کیجئے فی الحال روزانہ ایک عورت سے زیادہ سیکھنا مشکل ہے۔کوشش کروں گا کہ تعداد بڑھ سکے۔''

پھر وہ اگر وہاں سے ٹل نہ جاتا تو شائد فریدی اُسے پیٹ ہی دیتا۔

وہ باتھ روم سے واپس آیا تو چائے کی میز پر ریکھا بھی نظر آئی۔حمید ذرا دور ہٹ کر بیٹھا۔لیکن اب اس نے سنجیدگی اختیار کرلی تھی۔

ریکھا کے سامنے دو آنکھوں کی تصویر کا لائف سائز انلارجمنٹ رکھا ہوا تھا جسے وہ بہت توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

حمید نے بھی اُسے غور سے دیکھا اور یک بیک اس کی یادداشت میں ایک پرچھائیں سی کلبلائی اور وہ اپنے ذہن کو کریدنے لگا۔ یہ آنکھیں.....اُوہ..... یہ آنکھیں تو اسی لڑکی کی تھیں جو اس کا ہینڈ بیگ لے بھاگی تھی۔ جس نے ہنری گیل کو بیوقوف بنایا تھا.....اور.....اور وہ یک بیک اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ پھر میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر تصویر پر جھک پڑا۔

''کیا وحشت ہے۔''فریدی نے اُسے گھورا۔

''یہ آنکھیں.....میرے خدا.....کیا یہ اسی لڑکی کی نہیں ہیں۔''

''قطعی اسی کی ہیں۔''

''یہ اس گونگی لڑکی کی بھی ہوسکتی ہیں، جسے میں نے ڈاکٹر طاہر سعید کے ہاں دیکھا تھا۔''

''ٹھہریئے.....!'' ریکھا ہاتھ اٹھا کر بولی۔''کس کس کی ہوسکتی ہیں یہ آنکھیں.....میرا خیال ہے کہ میں نے انہیں کئی بار دیکھا ہے۔ اکثر دیکھتی رہی ہوں۔ یہ اپنے آپریشن روم کی ہلدا گارفیلڈ ہی کی آنکھیں ہوسکتی ہیں۔''

''یہ کون ہے.....میں نے اُسے آج تک نہیں دیکھا۔''فریدی نے کہا۔

''رات کی شفٹ میں ہوتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ مدت ملازمت بھی دو ماہ سے زیادہ نہیں تھی۔''

''تو کیا اب نہیں ہے۔''فریدی نے پوچھا۔

''پچھلے ہی ہفتے الگ کی گئی ہے۔''

''کس بناء پر.....!''

''شائد کام بہتر طور پر نہیں کر رہی تھی۔''

فریدی حمید کی طرف مڑا چند لمحے گھورتا رہا پھر بولا۔''اور اب تمہیں یاد آیا ہے کہ اس گونگی کی آنکھیں ایسی ہی تھیں۔''

''میرا خیال ہے۔''

''اگر وہی تھی تو اب وہاں نہ ہوگی۔ تمہیں وہاں دیکھ لینے کے بعد رک ہی نہیں سکتی۔''

''ڈاکٹر کہاں جائیگا۔'' حمید نے مضطربانہ انداز میں کہا۔''میں ابھی جا کر اُسے دیکھتا ہوں۔''

''بیٹھو.....!'' فریدی ہاتھ ہلا کر بولا۔''مجھے علم ہے کہ اب وہ وہاں نہیں ہے۔ اسی رات غائب ہوگئی تھی، جب تم وہاں پہنچے تھے۔ اس کی بھی تصدیق ہو چکی ہے کہ ڈاکٹر اُسے اپنے ساتھ لئے پھرتا رہا تھا اس کے متعلق معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کوئی ایسا نہیں ملا تھا جو گونگی کو پہچانتا ہوتا۔''

''میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کہاں کی کہانیاں ہیں۔'' ریکھا بولی۔''یہ تصویر آپ نے مجھے کیوں دکھائی تھی؟''

''یہی تھی جس نے تمہارے بیگ سے ہنری گیل کیس کا فائیل اڑایا تھا اور یہ معلوم کیا تھا کہ حمید اُسی کیس کے کاغذات تارجام سے کب لائے گا۔''

''تو کیا آپ ڈاکٹر سے ملے تھے۔'' حمید نے پوچھا۔

''ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔'' فریدی نے کہا اور کافی کی پیالی کھسکا کر سگار سلگانے لگا۔

''وہ سُوّر مجھے قانون پڑھا رہا تھا..... دیکھوں گا۔''

''اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ لئے بغیر ایک قدم بھی نہ اٹھانا ورنہ نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔''

حمید بُرا سا منہ بنا کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

ریکھا نے ایسے انداز میں اس کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہی ہو" گدھے ہو پرلے سرے کے، تمہاری اہمیت ہی کیا ہے۔"

دفعتاً حمید نے اس سے کہا۔" اب تم بھی کام کرنا سیکھو! کہہ دو کوئی ایسی بات کہ میں دوڑتا ہوا تمہارے گھر پہنچ جاؤں۔"

"بڑے خونخوار کتے پال رکھے ہیں میں نے۔"

"لیکن ابھی اتنے کمسن ہیں کہ ممی بھی نہیں کہہ سکتے۔" حمید مایوسانہ لہجے میں بولا۔

"گدھے ہو۔" ریکھا نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"لیکن ہر گدھا خواہ انگریزی سے نابلد ہی کیوں نہ ہو ڈارلنگ ضرور کہہ سکتا ہے۔"

آخر ریکھا نے جھلا کر فریدی سے کہا۔" مجھے حیرت ہے کہ یہ حضرت آپ کے سامنے بھی بکواس کرتے رہتے ہیں۔"

"اس بیچارے کی زندگی کا انحصار ہی بکواس پر ہے۔" فریدی مسکرایا۔

قاسم بھوری چٹان سے نیچے اتر رہا تھا۔ ہاتھ میں ٹارچ نہ ہوتی تو اب تک سر کے ہزار ٹکڑے ہو گئے ہوتے۔ ویسے غنیمت یہی تھا کہ یہ چٹان خشک اور کھردری تھی ورنہ جھریالی کی پہاڑیاں تو عام طور پر سال بھر نم آلود کائی سے ڈھکی رہتی ہیں اور ان پر قدم جمانا بھی دشوار ہوتا ہے۔

"ہوسکتا ہے اسی لئے بھوری چٹان کا انتخاب کیا گیا ہو۔"

یک بیک قاسم کی ذہنی رو بہک گئی اور وہ بڑبڑایا۔" سالے نہیں تو.....!" پھر اس کے قدم بھی رک گئے۔ وہ مڑا اور دوبارہ اوپر چڑھنے لگا۔ مگر اس بار اس نے ٹارچ نہیں روشن کی تھی۔

اوپر پہنچ کر بھی ٹارچ روشن نہیں کی۔ بس چپ چاپ پالتھی مار کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔

پھر ایک منٹ بھی نہیں گذرا تھا کہ کسی جانب سے کوئی اس پر جھپٹ پڑا.....وہ غافل تھا اس لئے اس کی کھوپڑی نے چٹان سے ٹکرا کر زوردار آواز پیدا کی اور وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

''ابے رکھ تو دیئے ہیں۔''

''لاحول ولاقوۃ.....!'' حملہ آور کی زبان سے بیساختہ نکلا اور اس نے اُسے چھوڑ دیا۔

قاسم نے کسی دوسرے آدمی کے قہقہے کی آواز سنی اور بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ آواز ایسی ہی جانی پہچانی تھی کہ ہنسنے کا انداز پہلے بھی اکثر اُسے زہر لگتا رہا تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں ایک ٹارچ روشن ہوئی اور روشنی کا دائرہ تیزی سے چٹان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھسلتا چلا گیا۔

''آپ لوغ میری مٹی پلید کردیں غے۔'' قاسم آپے سے باہر ہو گیا۔

اس نے فریدی اور حمید کو اچھی طرح پہچان لیا تھا۔

''ہائیں.....پیکٹ.....پیکٹ کہاں گیا۔'' حمید بولا۔

''اس ڈفر نے کھیل بگاڑ دیا۔'' فریدی بڑبڑایا۔

''میں قہتا ہوں اس کی کیا جرورت تھی۔'' قاسم پھر غرایا۔

''اور میں پوچھتا ہوں کہ تم پھر واپس کیوں آ گئے تھے۔'' فریدی کا لہجہ غصیلا تھا۔

وہ دونوں غالباً کہیں قریب ہی چھپے ہوئے تھے۔ قاسم نے چونکہ واپسی میں ٹارچ نہیں روشن کی تھی اور جھکا ہوا اوپر چڑھ رہا تھا اس لئے وہ اندھیرے میں دھوکا کھا گئے۔

''تم یہیں ٹھہرو۔'' فریدی نے کہا اور ایک جانب اترتا چلا گیا۔

غصے کی زیادتی کی وجہ سے قاسم کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ حمید بھی الجھن میں تھا کہ آخر وہ نیچے اترتے اترتے پلٹ کیوں پڑا تھا۔

بمشکل تمام وہ قاسم کو بولنے پر آمادہ کر سکا۔

''قیوں نہ پلٹ آتا۔'' قاسم دہاڑا۔ ''سالے نے مجھے اُلو بنایا ہے.....نہیں سالے تمہاری زبان کالی ہے۔ کیا قہتے ہیں اُسے.....تم کل جبھے ہو.....تم نے کہا تھا کہ اب وہ نہ آئے گی۔ پھر

کیسے آتی سالی۔نہیں آتی تو کیا میرے دو ہزار حرام کے ہیں۔کہاں ہے وہ سالا سامنے آئے۔"

"اب تو تمہارے باپ ہی کو ساتھ لے کر آئے گا۔"

باپ کے حوالے پر قاسم دم بخود رہ گیا۔ایسا معلوم ہوا جیسے معدے سے کوئی چیز اڑ کر حلق میں آ پھنسی ہو۔پھر آہستہ آہستہ دماغ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اب قیا ہوگا؟"

"اگر ہنٹروں نے کچھ چھوڑا تمہارے جسم پر تو اس کی بیلنس شیٹ تیار کی جائے گی۔"

"مت نام لو.....مت بور کرو.....سب قچھ اسی سالی اکاؤنٹنسی کی وجہ سے ہوا ہے۔دماغ خراب ہو جاتا ہے..... پاغل ہو جاتا ہوں..... اور پھر یہ سب کچھ ہونے لگتا ہے..... بلیک مارکیٹنگ میں پھنس جاتا ہوں۔"

"بلیک مارکیٹنگ.....!" حمید نے حیرت سے کہا۔

"ابے تم ہی نے تو کہا تھا کہ وہ بلیک مارکیٹنگ کر رہا ہے.....دو ہزار.....ارے باپ رے..... یہ بلیک مارکیٹنگ نہیں تو اور کیا ہے.....مگر پھر بھی آنا بند کر دیا ہے اس نے۔"

"ہوں تو تم اس چکر میں تھے۔میں نے بلیک میلنگ کہا تھا فرزند۔"

یک بیک قریب ہی سے فائر کی آواز آئی اور حمید بوکھلا کر چٹان پر لیٹ گیا اور قاسم سے بھی کہا کہ وہ جلدی سے لیٹ جائے۔

پھر دوسرا فائر ہوا.....پھر تیسرا.....حمید سوچ رہا تھا کیا فریدی کسی سے ٹکرا گیا ہے۔یا کسی مقصد کے تحت ہوائی فائرنگ کر رہا ہے۔آخر اُسے وہیں ٹھہرنے کو کیوں کہہ گیا تھا۔

قاسم چپ چاپ پڑا رہا۔کچھ دیر بعد دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں، مگر وہ فریدی تو نہیں ہو سکتا تھا۔وہ تو خصوصیت سے ایسے جوتے پہن کر آئے تھے جو سنگلاخ زمین سے ٹکرا کر آواز نہ پیدا کر سکیں۔

حمید تیزی سے کھسکتا ہوا چٹان کے سرے پر چلا گیا۔لیکن نیچے کوئی نہ دکھائی دیا۔آواز بتدریج دور ہوتی چلی گئی۔

حمید سوچ رہا تھا کاش وہ اس وقت ڈاکٹر طاہر کی تجربہ گاہ کے آس پاس ہوتا۔ آخر یہیں کون سے تیر مار رہا ہے۔ فریدی کو چاہئے تھا اُسے وہیں چھوڑ دیتا۔ اس طرح بیک وقت دو کام ہو جاتے۔ ڈاکٹر طاہر کو بھی چیک کیا جا سکتا۔ پھر وہ سوچنے لگا کہ اتنی جلدی پیکٹ غائب ہو جانا معجزہ ہی ہو سکتا ہے۔ وہ ایسی جگہ تھی کہ اگر کوئی لیٹ کر رینگتا ہوا بھی چٹان پر پہنچا ہوتا تو انہیں ضرور دکھائی دیتا۔

دفعتاً قاسم بڑبڑایا۔ ''کیا مصیبت ہے۔ اب کب تک پڑا رہوں گا۔ دو ہزار بھی دو اور دھکے بھی کھاتے پھرو۔''

''پڑے رہو چپ چاپ.....!'' حمید غرایا۔

''ارے بیٹا چلو..... دیکھو چل کر..... دھائیں دھائیں بھی تو ہوئی تھی..... کہیں تمہارے ابا جان خلاص نہ ہو گئے ہوں..... بڑے قرنل بنے پھرتے ہیں بیچارے۔''

یک بیک حمید چونک پڑا کوئی رینگتا ہوا چٹان پر آیا تھا۔ بیساختہ اس کا ہاتھ ریوالور پر گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس نے فریدی کی آواز سنی۔

''نکل گیا.....؟''

قاسم کا موڈ بہت خراب ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے اُن سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کی تھی۔ اپنی گاڑی تک انہیں کیساتھ آیا تھا۔ لیکن چلتے وقت رسماً بھی نہیں پوچھا تھا کہ وہ کدھر جائیں گے۔

پھر وہ دونوں اپنی گاڑی کی طرف چل پڑے تھے۔

''کچھ بھی نہ ہوا۔'' حمید گاڑی میں بیٹھتا ہوا بڑبڑایا۔

''بہت کچھ ہوا ہے۔'' فریدی نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا اور کوئی چیز حمید کی گود

میں ڈال دی۔

''اوہو..... یہ.....تو یہ آپ نے اٹھایا تھا۔'' حمید نے زرد رنگ کے پلاسٹک کا پیکٹ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''نہیں.....!''

''پھر آپ کے ہاتھ کیسے لگا۔''

''بڑی سنسنی خیز کہانی ہے حمید صاحب۔ایک ہزار آدمی چٹان کے آس پاس چھپا دیئے جائیں تب بھی چور پر ہاتھ ڈالنا مشکل ہی ہوگا۔ شائد اُن کے فرشتے بھی نہ معلوم کرسکیں کہ وہ کب پیکٹ کھسکا لے گیا۔''

''کیا مطلب.....؟''

''وہ ایک چوہا تھا۔''

''چوہا.....!'' حمید اچھل پڑا۔ اُسے دل کی دھڑکن کھوپڑی میں محسوس ہونے لگی۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کنپٹیاں چیخ جائیں گی۔

''تو پھر اب کہاں جارہے ہیں.....!'' اس نے بھرائی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

''گھر.....!''

''اس کے باوجود بھی ہم ڈاکٹر طاہر سعید کو چیک نہیں کریں گے۔''

''دیکھا جائے گا۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

''آپ نے فائرنگ کس پر کی تھی۔''

''فائرنگ اسی نے کی تھی۔''

''چوہے نے.....!'' حمید حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

''احمق.....کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اسے میل دو میل گھسیٹ کر لے جاتا ہوگا۔ چوہے کا کام اتنا ہے کہ وہ پیکٹ کو کھسکا کر ایک مخصوص جگہ تک لے جائے۔ اس کے بعد وہ کسی آدمی کے ہاتھ لگتا ہے۔''

''تو اس نے آپ پر فائرنگ کی تھی.....اور آپ نے اُسے نکل جانے دیا۔''

''یہ پہاڑیاں بڑی واہیات ہیں..... بہرحال یہ مسئلہ تو اب صاف ہی ہوگیا کہ وہ اپنے پیکٹ کیوں بھیجتا ہے۔ مجھے خصوصیت سے اسی کی فکر تھی۔ مجھے فکر تھی اور اُسے شامت ہی نے گھیرا تھا کہ وہ قاسم کا انتخاب کر بیٹھا۔''

''تو آپ کی دانست میں اس پیکٹ میں کوئی خصوصیت ہے جس کی بناء پر چوہے اُسے لے بھاگتے ہیں۔''

''یہی خیال ہے۔ ورنہ چوہوں کو اس حد تک ٹرین نہیں کیا جاسکتا۔ کچھ چوہے یہاں مخصوص جگہوں پر رکھے گئے ہیں جن کے لئے باقاعدہ طور پر خوراک مہیا کی جاتی ہوگی تاکہ وہ ادھر اُدھر بھٹکتے نہ پھریں..... پیکٹ کی بو پر تیر کی طرح اس کی طرف آتے ہوں گے اور اُسے مخصوص ٹھکانوں ہی پر لے جاتے ہوں گے..... جہاں وہ اس نامعلوم آدمی کے ہاتھ لگتا ہوگا۔''

''پیکٹ کی بو پر آتے ہوں گے.....!'' حمید بڑبڑایا۔ ''یہ کیسے ممکن ہے۔''

''بہتیری ایسی چیزیں ہیں جن پر مختلف قسم کے جانور بُری طرح جان دیتے ہیں۔ دور ہی سے اُن کی بو پر بیتاب ہوجاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جڑی بوٹیوں میں ایک چیز ہوتی ہے بالچھڑ..... بلیاں اس کی بو پر پاگل ہوجاتی ہیں۔ کہیں چھپا کر رکھو ہر حال میں نکال لے جائیں گی۔ ہوسکتا ہے اس تھیلے کے اجزائے ترکیبی میں کوئی ایسی چیز شامل ہو جسے چوہے پسند کرتے ہوں۔ ویسے بھی یہ تھیلا مخصوص بناوٹ کا ہے۔ ان تھیلوں سے بہت مختلف جو عام طور پر پیکنگ کے کام میں آتے ہیں، اُسے تم کھردری سے کھردری زمین پر گھسیٹو ہلکی سی آواز بھی پیدا نہ ہوگی۔''

''ممکن ہے.....!'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''مگر آپ کی نظر کیسے پڑی تھی اس پر۔''

''پیکٹ چوہے کی گرفت سے نکل کر بلندی سے گرا تھا۔ اگر نہ گرتا تو شائد مجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ وہ کب میرے قریب ہی سے گذرا تھا۔ گرنے کی آواز پر میں نے ٹارچ روشن کی تھی، ٹھیک اسی وقت چوہے نے بھی بلندی سے گرے ہوئے پیکٹ پر چھلانگ لگائی تھی اور کسی نے مجھ پر فائر کیا تھا۔ چوہا پیکٹ نہ لے جاسکا۔ وہ میرے ہاتھ لگا۔ فائر کرنے والا شائد نروس ہوگیا

تھا۔ اسی لئے اس سے مزید فائروں کی حماقت سرزد ہوئی تھی، بہر حال میں اس کے باوجود بھی اس پر ہاتھ نہ ڈال سکا۔

''اب کیا خیال ہے۔''

''میں ڈاکٹر سعید کی تجربہ گاہ سے تقریباً ایک فرلانگ ادھر ہی اُتر جاؤں گا تم شہر جاؤ۔ پیکٹ ساتھ لے جاؤ۔ قاسم کے روپے اسے واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ تھیلے کے متعلق معلومات حاصل کرو کہ وہ کہاں بنایا گیا ہے۔ لیبر کمشنر کے دفتر سے پلاسٹک کے کارخانوں کی لسٹ بہ آسانی مل جائے گی۔''

''اوہ تو کیا وہ کسی کارخانے میں تیار کرائے گئے ہوں گے۔''

''نہیں درختوں کی طرح زمین سے اُگے ہوں گے.....!'' فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کرنا۔ معلومات حاصل کرنے کے بعد مجھے فون نمبر تین سو پندرہ پر اطلاع دینا۔ ضروری نہیں ہے کہ کل میں تمہیں گھر یا آفس میں مل سکوں؟''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شائد فریدی کسی خاص راہ پر لگ گیا ہے۔ ایسے مواقع پر وہ تنہا کام کرتا تھا۔

اس نے ایک جگہ گاڑی روکی اور مزید کچھ کہے بغیر نیچے اُتر گیا۔

# وہ کون تھا

حمید اپنی رپورٹ مکمل کر چکا تھا اور اس کی میز پر چار رپورٹیں اور بھی تھیں، تھیلما، ڈیکن، ڈاکٹر سعید اور ریالٹو کے سپروائزر فیروز کے متعلق! یہ رپورٹیں اُن لوگوں سے ملی تھیں جو پچھلی رات ان چاروں کی نگرانی کرتے رہے تھے۔ ڈیکن تو اب بھی پولیس ہسپتال ہی میں تھا۔ تھیلما نے پچھلی رات اپنے فلیٹ میں گذاری تھی۔ فیروز ریالٹو سے باہر نہیں نکلا تھا اور ڈاکٹر طاہر

سرِشام ہی شہر آیا تھا اور رات شہر ہی میں اپنے عزیز کے ہاں گذاری تھی۔

حمید نے سوچا کہ فریدی کی پچھلی رات والی لاپروائی بے وجہ نہیں تھی۔ اس نے پہلے ہی سے انتظام کر رکھا تھا کہ مشتبہ افراد کی نگرانی ہوتی رہے۔ لیکن پھر جھریالی ہی میں کیوں رک گیا تھا..... اوہ..... ڈاکٹر تو شہر میں تھا ممکن ہے اس نے تجربہ گاہ کی تلاشی لی ہو۔

کچھ دیر بعد اس نے فون پر فریدی کے بتائے ہوئے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف سے اجنبی سی آواز آئی۔

''کرنل فریدی کے لئے رپورٹ ہے۔''

''ڈکٹیٹ سر! دوسری طرف سے آواز آئی۔''

''تھیلے ایک سال قبل فیشن مولڈرز نے بنائے تھے۔ تعداد ڈھائی لاکھ تھی۔ یہ ایک ایسی فرم کے لئے بنائے گئے تھے جو خشک کئے ہوئے دودھ کا کاروبار کرتی تھی۔ روکسی فوڈ انڈسٹریز۔ فرم کی طرف سے کچھ کیمیاوی اشیاء مہیا کی گئی تھیں جو پلاسٹک میں حل ہوسکتی تھیں۔ یہ تھیلے اسی محلول سے تیار کئے گئے تھے۔ تھیلوں کی قیمت نقد ادا کی گئی تھی چیک نہیں دیا گیا تھا۔ خود فرم ہی کے ایک آدمی نے کارخانے ہی میں ڈیلیوری لی تھی۔ اس لئے کارخانے والے یہ نہیں بتا سکتے کہ مال کہاں گیا تھا۔ چھان بین کرنے پر پتہ چلا ہے کہ روکسی فوڈ انڈسٹریز کے نام کا کوئی ادارہ اس شہر میں کبھی نہیں تھا..... ٹھیک!''

''یس سر.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

دوسری رپورٹوں کے متعلق اُسے کوئی ہدایت نہیں ملی تھی اس لئے اس نے انہیں فائل کر دیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی کا یہ اندازہ کتنا درست تھا کہ اس پلاسٹک میں کسی چیز کی آمیزش کی گئی تھی جس سے تھیلے بنائے گئے تھے۔

یک بیک وہ چونک پڑا۔ تھیلوں کے متعلق انکوائری کے سلسلے میں ایک اہم بات رہ گئی تھی۔ اس کے متعلق ضرور پوچھنا چاہئے تھا۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر فیشن ہولڈرز کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

''فرام انٹیلی جنس بیورو.....!''

''یس سر.....!''

''روکسی کے تھیلوں کے متعلق۔''

''یس سر! اِٹ از منیجر۔''

''کیا ان کیمیکلز کے متعلق کچھ خاص ہدایات دی گئی تھیں، جنہیں پلاسٹک میں حل کرنا تھا۔''

''بہت دنوں کی بات ہوئی جناب۔ مگر ٹھہریئے۔ ممکن ہے فورمین کو کچھ یاد ہو۔ اس سلسلے میں جتنی باتیں یاد ہیں ان کی وجہ یہی تھی کہ اس قسم کی ہدایات پر ہم نے کبھی کوئی چیز نہیں تیار کی تھی۔''

حمید نے ریسیور میز پر ڈال دیا۔ پھر دو منٹ بعد دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''ہیلو..... جی ہاں! فورمین کو یاد ہے۔ کیمیکلز کے متعلق ہدایات تھیں کہ انہیں چوہوں سے بچایا جائے۔ فورمین کا کہنا ہے کہ ان دنوں چوہوں کی وجہ سے بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اُن کیمیکلز پر بھی چوہے ٹوٹتے تھے اور بنے ہوئے تھیلوں کو بھی محفوظ رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔''

''شکریہ۔'' حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر فریدی کے بتائے ہوئے نمبروں پر ڈکٹیٹ کرائی ہوئی رپورٹ میں بھی بعد کی اطلاع کا اضافہ کرایا۔

اس بار اُس سے کہا گیا کہ اس کے لئے بھی ایک پیغام ہے۔ وہ پیغام فریدی کی طرف سے تھا جس کے مطابق اُسے ٹھیک ساڑھے تین بجے جھریالی پہنچنا تھا۔

فریدی پچھلی رات گھر نہیں آیا تھا اور آج دفتر سے بھی غائب رہا تھا۔ حمید فون پر ملے ہوئے پیغام کے مطابق جھریالی کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کیس کے تصفیہ میں جتنی دیر لگ رہی تھی اسی کی مناسبت سے حمید کی اکتاہٹ بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ اور اب تو وہ سوچ رہا تھا کہ شاید ابھی یہ چرخہ چلتا ہی رہے۔ کیونکہ پچھلی رات والے واقعہ نے مجرم کی آنکھیں کھول دی ہوں گی اور اب وہ کافی محتاط ہو جائے گا۔ سابقہ

تجربات شاہد تھے کہ محتاط ہو کر قدم اٹھانے والے مجرموں پر ہاتھ ڈالنا کتنا مشکل ہو جاتا تھا۔ اُن کے لئے کتنے داؤں پیچ کرنے پڑتے تھے۔

فریدی وہیں ملا جہاں اُسے پہنچنے کا کہا گیا تھا۔

''تم نے خاصا کام کرلیا ہے۔'' اس نے کہا۔ ''مگر فی الحال مجرم کا ہاتھ آنا مشکل ہی نظر آرہا ہے۔''

''آپ کل سے اب تک کیا کرتے رہے.....!''

''کچھ نہ کچھ کر گذرنے کی توقع تھی، لیکن کچھ بھی نہ ہوسکا۔'' فریدی نے کہا۔ ''پہلے خیال تھا کہ وہ لڑکی ہی سب کچھ ہے لیکن اب تمہاری رپورٹ سے کسی مرد کا بھی وجود ثابت ہوتا ہے جس نے کارخانے سے تھیلوں کی ڈیلیوری لی تھی۔''

''خدا کی پناہ۔'' حمید نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ ''تو کیا آپ ابھی تک یہی سوچتے رہے ہیں کہ یہ صرف اسی لڑکی کا کارنامہ ہے۔''

''یقیناً یہی سوچتا رہا تھا کیونکہ اس کے علاوہ ابھی تک کسی اور سے سابقہ نہیں پڑا۔ وہ ہمارے محکمے کے آپریشن روم میں کام کرتی رہی تھی۔ اُسی نے ہنری گیل کیس کا فائیل اڑایا۔ اُسی نے تمہارے ہینڈ بیگ پر ہاتھ صاف کیا تھا۔ اسی نے چھ ماہ تک ہنری گیل کو اُلو بنائے رکھا تھا۔ وہی قاسم کو بھی بلیک میل کرنے کا ذریعہ بنی تھی۔ وہی تمہیں ڈاکٹر طاہر کے یہاں بھی نظر آئی تھی اور اب غائب ہے اور ڈیکن کے آفس میں جس نے مجھے فون پر مخاطب کیا تھا وہ بھی کوئی عورت ہی تھی، لیکن اس نے مردوں کی سی آواز بنانے کی کوشش کی تھی۔''

''اگر ایک اکیلی لڑکی نے اتنی اُدھم مچائی ہے تو پھر ہمیں خودکشی ہی کرلینی چاہئے۔''

''صرف تمہیں..... کیونکہ تمہارے ذہن میں آج بھی عورت کے نام پر اٹھارویں صدی کی عورت کا تصور ہوتا ہے۔''

''تو پھر پچھلی رات بھی وہی رہی ہوگی، جس نے آپ پر فائرنگ کی تھی۔''

''مجھے اس پر بھی حیرت نہ ہوگی کیونکہ میرا سابقہ ناتوتہ جیسی عورتوں سے بھی پڑچکا ہے اور

میں تھریسیا بمبل آف بوہیما کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتا ہوں۔''

وہ پہاڑیوں کے قریب پہنچ گئے تھے۔حمید نے اس وقت یہاں آنے کی وجہ پوچھی۔

''میرا خیال ہے کہ پچھلی رات جس نے مجھ پر فائر کیا تھا وہ اب بھی یہیں موجود ہے۔''

''اس خیال کی وجہ۔''

''فائرنگ کی آواز سن کر کچھ آدمی نکاسی کے راستوں پر جم گئے تھے، جو اس وقت بھی وہیں موجود ہیں۔''

''اوہ.....تو اور لوگ بھی تھے۔''

''قطعی.....ایسی جگہوں پر کافی محتاط رہنا پڑتا ہے۔اُوہ.....ٹھہرو.....وہ کیا.....سامنے نوکیلی چٹان پر.....!'' فریدی نے رک کر جیب سے دوربین نکالی اور اُسے آنکھوں کے برابر لا ہی رہا تھا کہ دفعتاً حمید ارے ارے کہتا ہوا ڈھیر ہوگیا۔فریدی تیزی سے مڑا.....حمید زمین پر دونوں ہاتھ ٹیکے اٹھنے کی کوشش کررہا تھا اور اس کے پیر گھٹنوں تک زمین میں دھنسے ہوئے تھے۔ پھر فریدی ہی نے اُسے اس مصیبت سے نجات دلائی۔جیسے ہی پیر زمین سے نکلے دو موٹے موٹے چوہے اچھل کر بھاگے۔

''کیا مصیبت ہے.....!'' حمید بڑبڑایا اور جھک کر اُس گڑھے میں جھانکنے لگا جو مٹی دھنسنے کی وجہ سے بن گیا تھا۔

زمین کھوکھلی معلوم ہوتی تھی۔فریدی نے بھی شائد اپنے پیروں کے نیچے مٹی دھنستی محسوس کی تھی۔اس لئے جلدی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

''چوہوں کی کارگذاری۔'' وہ پھر اُسی چٹان کی طرف مڑتا ہوا بڑبڑایا۔جہاں کچھ دیکھنے کے لئے دوربین نکالی تھی۔

''میرا دعویٰ ہے کہ یہ سرنگ ڈاکٹر طاہر کی تجربہ گاہ سے جاملی ہوگی۔'' حمید نے کہا۔

فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور چٹان کی جانب دوربین اٹھائے رہا۔

حمید جھنجھلا گیا۔اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر اتنے پاپڑ کیوں بیلے جارہے ہیں۔

اگر اس لڑکی کا کوئی مرد ساتھی بھی تھا تو وہ ڈاکٹر کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ جال ہی بچھانا ہے تو ڈاکٹر کے لئے بچھایا جائے۔ لڑکی تو خود بخود آ پھنسے گی۔

لیکن وہ صرف سوچتا ہی رہا۔ فریدی نے دوربین آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی اور ایک جانب بڑھتا ہوا بولا۔ ''آؤ.....!''

وہ کچھ ہی دور چلے ہوں گے کہ یک بیک چاروں طرف سے دھماکوں کی آوازیں آنے لگیں۔ حمید رک گیا۔

''فکر نہ کرو۔'' فریدی بولا۔ ''وہ صرف دھوئیں کے بم ہیں۔ ایسے غاروں میں پھینکے جارہے ہیں جن میں اس کی موجودگی کے امکانات ہوں۔''

''خدا کی پناہ.....ایک لڑکی کے لئے۔'' حمید نے پھر بُرا سامنہ بنایا۔

''ضروری نہیں ہے کہ لڑکی ہی ہو۔ میں نے حالات کی بناء پر قیاس کیا تھا بہرحال جو کوئی بھی ہو مسلح ہے۔ اس لئے غاروں میں گھسنے کا خطرہ نہیں مول لیا جاسکتا۔''

وہ بڑھتے رہے۔ کئی جگہ گہرے دھوئیں کے بڑے بڑے مرغولے چکرا رہے تھے۔ دھماکوں کی آوازیں اب نہیں آرہی تھیں۔

یک بیک کئی آدمیوں کی چیخنے کی آوازیں آئیں۔ ''وہ ہے۔ وہ ہے۔''

''ٹھہرو.....!'' کسی نے چیخ کر کہا۔ ''ورنہ گولی ماردی جائے گی۔''

پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں.....ایک تیز قسم کی چیخ.....آواز نسوانی ہی تھی۔

''سنبھل کر۔'' فریدی نے اُسے آواز دی۔ ان پہاڑیوں میں دوڑنا آسان کام نہیں تھا۔ لیکن حمید دوڑتا ہی رہا۔ عورت برابر چیخے جارہی تھی۔

پھر ایک چٹان پر پہنچ کر اس نے ایک دلچسپ منظر دیکھا۔

عورت اُن چھ آدمیوں پر پتھراؤ کررہی تھی جو اسے گھیرنے کی کوشش کررہے تھے۔ حمید بلندی پر تھا اور عورت کی پشت اُسی کی طرف تھی۔

حمید بآہستگی چٹان سے اُترا اور بہت احتیاط سے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ جوش میں

بھری ہوئی پتھر اٹھا کر پھینک رہی تھی اور اسکے حلق سے گونگوں ہی کی سی آوازیں نکل رہی تھیں۔

حمید اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لینے میں اس نے بڑی پھرتی دکھائی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں خود اس کی چیخیں بھی چٹانوں سے ٹکرا کر دور دور تک پھیلنے لگیں کیونکہ عورت نے اس کے داہنے ہاتھ پر منہ مار دیا تھا اور اس کے دانت بڑی بے دردی سے گوشت میں پیوست ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اس مصیبت سے گلو خلاصی ایسی مشکل بھی نہیں تھی۔ لیکن معاملہ تھا ایک عورت کا، حمید بائیں ہاتھ سے اس کی گدی پر گھونسہ رسید نہ کر سکا۔

ویسے اتنی دیر میں دوسرے بھی جھپٹ پڑے، انہوں نے حمید کا ہاتھ چھڑایا۔

دانت گوشت میں اچھی طرح پیوست ہوئے تھے۔ انگلیوں سے خون ٹپکنے لگا تھا۔

یہ وہی گونگی لڑکی ثابت ہوئی جسے وہ ڈاکٹر طاہر کی تجربہ گاہ میں دیکھ چکا تھا۔ وہ اب بھی چیخے جا رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ رومال سے باندھ دیئے گئے۔

''خاموش رہو'' فریدی نے ڈانٹ کر کہا۔ لیکن لڑکی خاموش نہ ہوئی۔ کئی قسم کی کریہہ آوازیں اس کے حلق سے نکل رہی تھیں۔

تجربہ گاہ والی عمارت کا برآمدہ روشن تھا۔ ڈاکٹر طاہر برآمدے ہی میں مل گیا۔ لڑکی آگے چل رہی تھی۔ فریدی اور حمید پیچھے تھے۔

جیسے ہی وہ روشنی میں پہنچے ڈاکٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ ساتھ ہی وہ اس طرح کرسی سے اٹھا تھا جیسے کسی نے اُسے اُچھال دیا ہو۔

''اُوہ..... اوہ.....!'' وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھا۔ پھر ایک جھٹکے کے ساتھ رک گیا۔ اب اس کے چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے آفیسروں کا فعل اُسے گراں گذرا ہو، اس

کی نظر گونگی کے بندھے ہوئے ہاتھوں پر تھی۔

''میں نے یہ تو نہیں کہا تھا جناب کہ یہ یہاں سے کچھ لے کر بھاگی ہے۔ براہِ کرم ہاتھ کھول دیجئے۔'' اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

ادھر لڑکی نے ڈاکٹر پر نظر پڑتے ہی دہاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا تھا۔ ڈاکٹر پھر تیزی سے آگے بڑھا، غالباً اس کے ہاتھ کھول دینے ہی کا ارادہ رکھتا تھا۔

''نہیں .....!'' فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ 'محتاط رہئے۔ ہاتھ آپ کی شکایت پر نہیں باندھے گئے۔''

''رحم کرنا سیکھئے۔ یہ نہ بھولئے کہ آپ آدمی بھی ہیں۔'' ڈاکٹر کا لہجہ غصیلا تھا۔

''لیکن مجھے ایسے چوہے پہچان لینے کا سلیقہ ہے، جو آدمیوں پر بھی جھپٹ پڑتے ہوں۔''

''کیا مطلب.....!''

''مجھے بھی شبہ ہے کہ یہ گونگی نہیں ہے۔''

''مجھے یقین ہے کہ میں نے اُسے سمجھنے میں غلطی کی تھی۔'' ڈاکٹر بولا۔

''یہ قطعی گونگی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اسی لئے یہاں سے بھاگ نکلی ہو کہ میں اسکے امتحان کیلئے طرح طرح کی حرکتیں کرتا رہتا تھا۔ ایک بار ایک بے ضرر سانپ بھی اس پر پھینکا تھا..... لیکن۔''

''میں سمجھتا ہوں..... بے اختیاری میں بھی اس نے گونگے پن ہی کا مظاہرہ کیا ہوگا۔''

''جب آپ سمجھتے ہیں تو پھر اس طرح۔''

''ہم کب تک کھڑے رہیں گے ڈاکٹر۔'' فریدی مسکرایا۔ لڑکی خاموش ہو کر سسکیاں لے رہی تھی۔

''اوہ ..... آیئے..... جی ہاں! تشریف رکھئے۔ دراصل میں ایسے مناظر کی تاب نہیں لاسکتا۔ خدا کی پناہ۔ دیکھئے اس کی آنکھوں میں کتنی معصوم التجائیں دم توڑ رہی ہیں۔''

فریدی نے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔ ''تم جاؤ..... لیکن واپسی جتنی جلدی ممکن ہو اتنا ہی اچھا ہے۔''

حمید جانے کے لئے مڑا.....اور فریدی نے ڈاکٹر سے کہا۔ ’’مجھے افسوس ہے کہ میں یہاں ٹھہر کر آپ کی تکلیف کا باعث بنوں گا۔‘‘

’’جی نہیں.....جی نہیں۔‘‘ ڈاکٹر بولا۔ ’’مگر یہ منظر تکلیف دہ ہے۔ کم از کم اس کے ہاتھ تو کھول ہی دیجئے۔‘‘

فریدی کرسیوں کی طرف بڑھا۔ اس نے لڑکی کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے پوچھا۔ ’’یہ ملی کہاں۔‘‘

’’پہاڑیوں میں.....اس پر کئی الزامات ہیں۔ بعض معاملات میں شبہات یقین کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔‘‘

’’مگر میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس نے یہاں کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔‘‘

’’ہوں.....اوں! ہوسکتا ہے۔‘‘ فریدی باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں گھورنے لگا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر ڈاکٹر بولا۔ ’’یہاں اس طرح بیٹھے رہنے کا مقصد میں نہیں سمجھ سکا۔ اسے بداخلاقی نہ سمجھئے۔ ایسے حالات میں اس قسم کی ذہنی خلش پیدا ہوسکتی ہے۔‘‘

’’یہاں تین ایسے افراد آنے والے ہیں جو شائد اسے شناخت کرسکیں۔‘‘ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ’’ڈاکٹر کی پلکیں جھپک گئیں۔ وقفہ معمول سے زیادہ تھا۔‘‘

’’میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کام کے لئے یہ جگہ کیوں منتخب کی گئی ہے۔‘‘

’’آپ اس لڑکی سے غیر متعلق تو نہیں ہیں ڈاکٹر۔‘‘

ڈاکٹر طاہر سعید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

لڑکی کبھی ڈاکٹر کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی فریدی کی طرف۔ اس کے چہرے پر اب بھی سراسیمگی کے آثار تھے۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے پوچھا۔ ’’کیا میں اُن تینوں افراد کو جانتا ہوں۔‘‘

’’اچھی طرح۔‘‘ فریدی نے کہا اور جیب سے سگار نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

’’ہوسکتا ہے کہ آپ انہیں دیکھ کر متحیر رہ جائیں.....سگار.....!‘‘

''شکریہ! میں پائپ پیتا ہوں۔'' ڈاکٹر نے کہا اور فریدی ایک سگار منتخب کر کے اس کا گوشہ توڑنے لگا۔ ڈاکٹر کی آنکھوں میں اضطراب کی لہریں تھیں۔ اس نے کہا۔ ''کیا پہلے سے اُن کے نام معلوم کر لینا خلاف مصلحت ہوگا۔''

''ہرگز نہیں.....ڈیکن، تھیلما اور فیروز.....!''

''کیا مطلب.....!'' ڈاکٹر اچھل پڑا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر آہستہ آہستہ تحیر زدہ خدوخال میں تیکھا پن پیدا ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد اس کی آنکھوں میں نفرت، حقارت اور کینہ توزی کی جھلکیاں نظر آئیں۔ پھر ہونٹوں کی جنبش پر جو آواز نکلی تھی اُسے کسی کٹکھنے کتے کی غراہٹ ہی سے تشبیہہ دی جا سکتی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں سمجھ گیا..... مجھے پھانسنے کے لئے جال بچھایا جا رہا ہے۔''

''یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو دوست۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''میں اسی دن سمجھ گیا تھا جب کیپٹن حمید تھیلما کے پیچھے یہاں آئے تھے۔''

''اوہ.....!'' فریدی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ''ہم کافی ثبوت فراہم کئے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔''

''ثبوت! میرے خلاف کیا ثبوت رکھتے ہو۔ میں زہروں کا ماہر ہوں۔ ان کے استعمال کے طریقوں سے بھی واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ سوئیاں کیسے زہر آلود بنائی جاتی ہیں..... پھر! کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ وہ زہریلی سوئی میں نے ہی ڈیکن پر آزمائی تھی۔''

''ان مسائل پر ابھی بحث کرنا قبل از وقت ہوگا ڈاکٹر۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ ''فی الحال اس لڑکی کا مسئلہ درپیش ہے۔ یہ گونگی ہے یا نہیں۔''

''معلوم کرو.....!'' ڈاکٹر نے بیزاری سے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

فریدی کی اسکیم کے مطابق حمید نے اُن تینوں کو بتا دیا تھا کہ ایک ایسی گونگی لڑکی ہاتھ لگی ہے جس سے کبھی نہ کبھی اُن کا سابقہ ضرور پڑا ہوگا۔ انہیں ڈاکٹر طاہر کی تجربہ گاہ تک چلنا پڑے گا

جہاں فریدی لڑکی سمیت موجود ہے۔

انہوں نے کہا تھا کہ وہ شائد ہی کسی گونگی لڑکی کو پہچانتے ہوں۔ کیونکہ سالہا سال سے انہیں کسی گونگی لڑکی سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

پھر بھی وہ حمید کے ساتھ جھریالی جانے پر رضا مند ہو ہی گئے۔ مگر ڈیکن بار بار اس پر حیرت ظاہر کر رہا تھا کہ آخر فیروز کو کیوں لے جایا جا رہا ہے۔ تھیلما کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ ڈیکن نے دبی زبان سے پوچھا بھی تھا کہ تھیلما کو ان باتوں سے کیا سروکار..... لیکن حمید نے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ صرف احکامات کی تعمیل کر رہا ہے اُسے تفصیل سے آگاہ نہیں کیا گیا۔

''یہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہوا ہے۔'' ڈیکن نے پوچھا۔

''سبق ملا ہے۔''

''کیسا سبق.....!''

''یہی کہ لڑکیوں سے ہمیشہ دور رہو۔ پتہ نہیں ان میں سے کون گونگی ہو اور کب کاٹ کھائے۔''

''اوہو..... تو کیا اس لڑکی نے.....!''

''ہاں! بڑی مشکل سے قابو میں آئی ہے۔''

''میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کس قسم کی لڑکی ہوگی اور مجھے کس سلسلے میں اس کی شناخت کرنی ہے۔'' ڈیکن بولا۔

''میرا خیال ہے کہ یہ وہی لڑکی ہے جسکے متعلق تم نے ہنری کیل کی کہانی میں پڑھا ہوگا۔''

''مگر وہ گونگی کب تھی۔ اخبارات میں تو اس کے گونگے پن کا تذکرہ نہیں تھا۔''

''ختم بھی کرو یار! خواہ مخواہ جھک مارنے سے کیا فائدہ۔ ابھی ذرا سی دیر میں تم وہاں پہنچ جاؤ گے دیکھ لینا۔''

ڈاکٹر فریدی اور گونگی لڑکی انہیں برآمدے ہی میں ملے۔ کئی کرسیاں اب بھی خالی پڑی تھیں۔ ڈاکٹر نے انہیں دیکھ کر نفرت سے ہونٹ سکوڑے اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

''کیوں مسٹر ڈیکن.....!'' فریدی نے پوچھا۔ ''کیا آپ اس لڑکی کو پہچانتے ہیں۔''

ڈیکن نے نفی میں سر ہلا دیا۔ لیکن وہ لڑکی کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ تھیلما اور فیروز نے اعتراف کیا کہ وہ لڑکی کو نہیں جانتے۔ پہلے کبھی اس سے ملنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا تھا۔

ڈاکٹر اب انہیں توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اس کی نظریں لڑکی کے چہرے پر بھی جا رکتیں۔

''ہلدا گارفیلڈ.....!'' فریدی نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''تمہیں اب بولنا ہی پڑے گا۔''

لیکن لڑکی کے چہرے پر کسی قسم کا تغیر نہ محسوس کیا جا سکا۔

''ارے.....نام بھی رکھ دیا آپ نے۔'' ڈاکٹر ہنس پڑا۔ ''مگر ہے بڑا پیارا نام۔''

حمید نے محسوس کیا کہ اس نے کنکھیوں سے تھیلما کی طرف بھی دیکھا تھا۔

حمید اُسے گھورنے لگا۔ یک بیک اس نے فریدی کو اٹھتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا۔

وہ لڑکی کے قریب پہنچا اور اس کے منہ پر اس طرح رومال باندھنے لگا کہ ناک منہ اور ٹھوڑی چھپ گئے۔ صرف آنکھیں اور پیشانی کھلی رہیں۔ لڑکی بُری طرح مچلی تھی اور جھلاہٹ میں اس کے حلق سے طرح طرح کی آوازیں بھی نکلی تھیں اور ڈاکٹر کچھ بڑبڑانے لگا۔ بقیہ لوگوں کے چہروں پر ایسے ہی آثار تھے جیسے وہ فریدی کو پاگل سمجھتے ہوں۔

دفعتاً ڈاکٹر نے کہا۔ ''اسے لکھ لو کرنل.....اگر یہ گونگی نہیں ہے تب بھی کم از کم تمہارے لئے ہمیشہ گونگی رہے گی۔ اگر یہ ایکٹریس ہے تو خدا کی قسم اس کی ٹکر کی دوسری آج تک نہ پیدا ہوئی ہے اور نہ پیدا ہوگی۔ میں نے اسے اس طرح آزمایا ہے.....فولاد کا دل رکھنے والے بھی اپنے آباؤ اجداد کا نام لے کر پکارنے لگتے۔''

''اس طرح تم اس کا دل بڑھا رہے ہو.....کیوں.....؟'' حمید دہاڑا۔

مگر فریدی ان کی طرف دھیان دیئے بغیر ڈیکن، تھیلما اور فیروز کی طرف مڑا۔

''اب ان آنکھوں کو غور سے دیکھو.....!'' اس نے کہا۔

''سب سے اچھا شعر کہنے والے کو ''عین الشعراء'' کا خطاب دیا جائے گا۔'' ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا۔

''خاموش رہو.....!'' حمید نے پھر آنکھیں نکالیں۔

''یار تم بہت چڑ چڑے معلوم ہوتے ہو۔ عورتوں کی موجودگی میں تمہیں تہذیب کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔'' ڈاکٹر بولا۔

''یہ لڑکی.....مختلف ناموں سے متعدد اشخاص کو دھوکا دے چکی ہے۔'' فریدی بولا۔ ''پلاسٹک میک اپ کے ذریعہ صرف اپنی ناک اور دہانے میں تبدیلیاں کر کے شکلیں بدلتی رہی ہے.....لیکن آنکھیں.....تم تینوں غور کرو۔ کیا کبھی یہ آنکھیں تمہاری نظروں سے گذری ہیں۔''

''تب تو پھر مجھے خود کو خوش قسمت ہی سمجھنا چاہئے۔'' ڈاکٹر نے کہا۔ ''کیونکہ یہ مجھ سے اپنی اصلی شکل میں ملی تھی۔ کیوں.....کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔''

''نہیں تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' فریدی مسکرایا۔

ڈیکن اس طرح لڑکی کو دیکھ رہا تھا جیسے حافظے پر زور دے کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

''اوہ.....!'' وہ آہستہ سے ایک قدم آگے بڑھتا ہوا بڑبڑایا۔ ''اوہ..... یہ تو وہی معلوم ہوتی ہے..... ہاں بالکل وہی۔''

وہ لڑکی کے قریب پہنچ کر دو زانو بیٹھ گیا اور اس طرح جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا جیسے بس اب پہچان کر کسی نام کا اعلان کرنے والا ہے۔

لیکن ٹھیک اسی وقت فریدی نے اس پر چھلانگ لگائی اور وہاں افراتفری مچ گئی۔

ڈیکن کسی چکنی مچھلی کی طرح اس کی گرفت سے نکل کر حمید سے جا ٹکرایا تھا اور یہی نہیں اس نے اس کی پتلون سے ریوالور بھی نکال لیا تھا۔

''خبردار کوئی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے۔'' وہ دیوار سے لگتا ہوا بولا۔

جو جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ حمید اُسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا کیونکہ اُس کی وجہ سے اُسے خفت اٹھانی پڑی تھی۔ ذرا سی بات نہیں تھی کہ کوئی اس کی جیب سے ریوالور نکال لیتا اور

اب وہ سوچ رہا تھا کہ ریوالور کے ساتھ اسٹرنگ ضرور استعمال کرنی چاہئے اس طرح وہ اپنی پھرتی سے ریوالور پر ہاتھ نہ ڈال سکتا۔ مگر فریدی نے اس پر چھلانگ کیوں لگائی تھی۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ اسی وقت گونگی لڑکی کی آنکھوں میں دانشمندانہ الجھن کے آثار نظر آئے تھے۔

خود ڈیکن کی یہ حالت تھی کہ اس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ دفعتاً اس نے کہا۔

''تم سب چلے جاؤ..... باہر نکلو..... ورنہ کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

ڈاکٹر، تھیلما اور فیروز برآمدے سے نیچے اُتر گئے۔ فریدی اور حمید نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔

''سن رہی ہو لڑکی۔'' فریدی ریوالور پر نظر جمائے ہوئے بولا۔ ''ابھی تم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پاگل ہو جاتیں۔ پھر بولتیں بھی تو کیا..... بائیں جانب نیچے سرخ رنگ کی ایک سوئی پڑی ہوئی ہے۔''

لڑکی بائیں جانب جھکی۔ بس ایک پل کے لئے ڈیکن کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوئی تھی کہ فریدی نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

''کمال کا آدمی ہے۔'' ڈاکٹر بڑبڑایا۔ ''خدا کی پناہ۔''

''یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' دفعتاً تھیلما چیخنے لگی۔ ریوالور ڈیکن کے ہاتھ سے نکل کر پھر حمید کے قبضے میں پہنچ چکا تھا اور وہ کوشش کر رہا تھا کہ فریدی کی گرفت سے نکل کر بھاگے۔ اس کے لئے وہ اپنے دانت بھی استعمال کر رہا تھا۔

ادھر لڑکی نے بھی کھسک جانا چاہا مگر حمید نے جھپٹ کر اس کے بال پکڑ لئے اور گھسیٹتا ہوا برآمدے کے نیچے لیتا چلا گیا۔ ڈاکٹر مضطربانہ انداز میں آگے بڑھ کر بولا۔ ''اوہ..... اوہ..... جناب..... یہ ظلم ہے۔ اس طرح نہیں۔''

''پیچھے ہٹو.....!'' حمید دہاڑا اور ٹھیک اُسی وقت لڑکی منمنائی۔ ''میں سب کچھ بتا دوں گی۔''

''میرے خدا.....!'' ڈاکٹر اچھل پڑا۔ ''کمال ہے..... خدا کی قسم کمال ہے۔''

''حمید گاڑی سے ہتھکڑیاں۔'' فریدی نے برآمدے سے آواز دی۔ ''پچھلی سیٹ کے

نیچے.....ڈاکٹر! لڑکی کا خیال رکھو۔ قانون کے نام پر۔“
وہ ڈیکن کے سینے پر سوار تھا اور ڈیکن کسی تھکے ہوئے چوپائے کی طرح ہانپ رہا تھا۔ ہونٹ سختی سے بند تھے۔

کچھ دیر بعد وہ پھر انہیں کرسیوں پر نظر آئے۔ ڈیکن اور لڑکی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ لیکن لڑکی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ بہت زیادہ غصے میں تھی۔ ڈیکن کی آنکھیں بند تھیں اور وہ مُردوں کی طرح آرام کرسی میں پڑا ہوا تھا۔

دفعتاً لڑکی غرائی۔ ”ڈیکن.....تم سے زیادہ خودغرض کتا آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔ مین نے تمہارے لئے اتنی سختیاں جھیلی تھیں لیکن تم مجھے اس کا کیا صلہ دینے والے تھے۔ زہریلی سوئی۔ تم نے سوچا کہیں میں پولیس کی سختیوں سے ڈر کر اپنے گونگے نہ ہونے کا اعتراف کر ہی لوں......اس لئے تم نے یہ سوئی......!“

وہ خاموش ہو کر ہانپنے لگی۔ پھر فریدی کی طرف دیکھ کر بولی۔

”یہ اتنا کمینہ اور بےضمیر آدمی ہے کہ اپنی بیوی کو بھی بلیک میل کرتا رہا تھا۔“ اس نے کچھ اور بھی کہنا چاہا لیکن فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”میں جانتا ہوں۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔“

تھیلما نے اُسے تشکر آمیز نظروں سے دیکھا۔ فیروز نروس نظر آنے لگا تھا اور ڈاکٹر کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ اس نے پہلے فیروز پر نظر ڈالی اور پھر تھیلما کی طرف دیکھنے لگا۔ تھیلما کی پلکیں جھک گئیں اور ڈاکٹر باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں گھورنے لگا۔

”تم ڈاکٹر کے ہاں کیوں آئی تھیں؟“ فریدی نے لڑکی سے پوچھا۔

”آپ اگر ڈیکن تک نہ پہنچتے تو اس کی نوبت ہی نہ آتی۔ ہم بدستور اپنا کام کرتے

رہتے۔ ڈیکن ہی اصل چور تھا اس لئے جب آپ نے اس سے پوچھ گچھ شروع کی تو اس نے سوچا شائد آپ کو اس پر شبہ ہوگیا ہے۔ لہٰذا اس نے ایک اسکیم بنائی جس کے تحت آپ کا شبہ بھی رفع کردے اور بزنس بھی جاری رہے۔ لہٰذا اس نے اسکیم ہی کے تحت آپ کو بلیک میلر کے طریق کار سے بھی آگاہ کردیا۔ وہ جانتا تھا کہ آپ بھوری چٹان کی نگرانی ضرور کرائیں گے، اس کا خیال تھا کہ ہاتھی کی تلاش میں رہنے والوں کی نظر چیونٹیوں پر نہیں پڑتی۔ آپ کو وہاں کسی آدمی کی تلاش ہوتی، لیکن پیکٹ تو چوہے کھسکاتے! وہ بھی محض اتفاق ہی تھا کہ اس رات پیکٹ چوہے کی گرفت سے نکل کر نیچے گر گیا تھا اور آپ نے آواز پر ٹارچ روشن کرلی تھی۔ اس لئے پیکٹ کا چور ظاہر ہوگیا تھا۔ ڈیکن نے آپ سے تھیلے کا تذکرہ تو کیا تھا لیکن آپ کی ہدایت پر کوئی تھیلا آپ کو دیا نہیں تھا۔ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر کرتا تو تھیلے کی خصوصیت آپ پر ظاہر ہوجاتی، جہاں کسی چوہے تک اس کی بو پہنچتی وہ اُسے حاصل کرلینے کے لئے بیتاب ہوجاتا۔ بہرحال اس نے یہ کہہ کر آپ کو ٹال دیا کہ اس بار ابھی تک بلیک میلر کی طرف سے تھیلا نہیں ملا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا کوئی شکار کبھی آپ تک پہنچ ہی نہ سکے گا اس لئے اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ تھیلا کبھی آپ کے ہاتھ لگے۔ ویسے اُن شکاروں کے معاملے میں وہ ذرا محتاط ہوگیا تھا جن پر آپ کی نظر پڑ سکتی۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ خود اُسی پر چڑھ دوڑے تھے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو شبہ تھا کہ ڈیکن کو بھی بلیک میل کیا جارہا ہوگا کیونکہ وہ بھی ہنری گیل ہی کی طرح کم از کم پولیس کی لسٹ پر پہلے ہی سے تھا۔ بہرحال اس نے جو ڈرامہ کیا تھا اس کے لئے اس نے مجھے باقاعدہ وقت دیا تھا کہ میں اس کے نمبر ڈائیل کرکے بدلی ہوئی آواز میں آپ کو مخاطب کروں، اس طرح آپ کے رہے سہے شبہات بھی رفع ہوجاتے اور آپ یقین کرلیتے کہ، وہ حقیقتاً بلیک میل کیا جارہا ہے۔"

"میں نے پوچھا تھا کہ تم ڈاکٹر کے یہاں کیوں آئی تھیں۔" فریدی بولا۔

"ڈاکٹر بیچارہ تو بہت پہلے سے غیر شعوری طور پر آلہ کار بنتا رہا تھا۔ زہروں اور ان کے استعمال کے بارے میں ڈیکن کی معلومات اس کی رہین منت ہیں۔ پلے پلائے چوہے بھی

یہیں سے چرائے جاتے تھے۔ لیکن ڈاکٹر کو اس کی خبر نہیں تھی۔ اسے شائد یہ بھی نہ معلوم ہو کہ ڈیکن نے اسی کی ایک دریافت سے فائدہ اٹھایا تھا..... یہ دریافت تھی وہ مادہ جس پر چوہے جان دیتے ہیں۔''

''اس سے کس طرح فائدہ اٹھایا۔'' ڈاکٹر چونک پڑا۔ لیکن لڑکی اس کی طرف توجہ دیئے بغیر کہتی رہی۔

''میں ڈاکٹر کے یہاں اس لئے آئی تھی کہ پہاڑیوں سے قریب رہ کر ڈیکن کے متعلق شکاروں سے رقومات بھی وصول کرتی رہوں اور جب ضرورت پیش آئے چوہے بھی بہ آسانی چرا سکوں۔ گونگی کا رول خاصا کامیاب رہا تھا۔ جب بھی مجھے رات کو رقم وصول کرنے پہاڑیوں میں جانا ہوتا تھا ڈاکٹر کو کافی میں خواب آور دوا دے دیتی تھی اور وہ گھنٹوں اطمینان سے سوتا رہتا تھا۔''

پھر فریدی کے استفسار پر اس نے اعتراف کیا کہ ہنری گیل کو اُسی نے بیوقوف بنایا تھا۔ بلدا گارفیلڈ کے نام سے وہی اس کے محکمے میں ملازم تھی اور ہنری گیل کیس کا فائیل اسی نے اڑایا تھا اور اس نے حمید کو کہتے سنا تھا کہ فلاں دن تارجام سے کچھ کاغذات لائے گا، بہرحال ہنری گیل کو پھانسنے اور اُس معاملے کی پبلسٹی پولیس ہی کے ذریعہ کرانے کیلئے وہ سب کچھ کیا گیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اسکے شکار ہمیشہ اُس سے مرعوب رہیں۔ نہ صرف شکار بلکہ پولیس بھی۔''

''ہاہا.....!'' ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا۔ پھر حمید سے بولا۔ ''میں نہیں جانتا کہ پورے واقعات کیا ہیں۔ لیکن ڈیکن کے متعلق میرا خیال غلط تو نہیں تھا۔ وہ ایسا ہی چوہا ہے، جو آدمی پر جھپٹ سکے۔''

''او چوہے دان بھی دیکھ ہی لیا تم نے۔'' فریدی مسکرایا۔

''ڈیکن پر مجھے اسی وقت شبہ ہوا تھا جب فون پر کسی عورت کی بگڑی ہوئی مردانہ آواز سنی تھی۔ اُس نے بلاشبہ کوئی زہر استعمال کیا تھا۔ لیکن وہ مہلک نہیں تھا۔ میں نے اس وقت اسی لئے اُسے یہاں بلوایا تھا کہ وہ کوئی حرکت کر بیٹھے اور میں اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لوں۔ کیوں شائد یہ ہسپتال سے سیدھا یہاں نہ آیا ہوگا بلکہ پہلے گھر یا آفس گیا ہوگا۔''

''قدرتی بات ہے۔'' حمید نے سر ہلا کر کہا۔ ''پہلے میں ہسپتال گیا تھا۔ اس کے بعد تھیلما

کو بھی ساتھ لیتا تھا۔ وہ گھر پر تھی لہٰذا وہ بھی گھر گیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس نے وہاں سے ایک زہریلی سوئی لی اور وہ جانتا تھا کہ پولیس یقینی طور پر گونگی کو بولنے پر مجبور کر دے گی۔ لہٰذا کیوں نہ موقع نکال کر اُسے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اب اس وقت اگر میں ذرا سا بھی چوکتا تو سوئی لڑکی کے بازو میں اتر چکی ہوتی۔ ڈیکن نروس ہو گیا تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ کیا کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ لڑکی سوئی چبھنے پر یقیناً چیخ پڑتی اور وہ پکڑ لیا جاتا۔ مگر وہ اتنا ہی نروس تھا کہ اس مسئلے پر غور نہ کر سکا۔ ہاں لڑکی..... تمہارے فلیٹ میں ایک غیر معمولی قسم کا صندوق بھی تھا جسے کھولتے وقت اندر سے دھواں نکلا تھا۔ کیا تھا اس صندوق میں۔"

"ویسے ہی بہتیرے تھیلے..... جن میں رقومات وصول کی جاتی تھیں۔"

پھر لڑکی نے بتایا کہ اس کے فلیٹ میں پائی جانے والی قابل اعتراض چیزیں عموماً اُسی صندوق میں رکھی جاتی تھیں۔ مقصد یہ تھا کہ اگر اس کی عدم موجودگی میں کبھی کوئی فلیٹ کی تلاشی لے اور اس صندوق کو کھولنے کی کوشش کرے تو وہ ساری چیزیں خود بخود ضائع ہو جائیں۔ قاسم کے متعلق بتایا کہ اس کے معاملے میں اس نے ڈیکن سے مشورہ نہیں لیا تھا۔ بس اس کے متعلق خود ہی معلومات فراہم کر کے کام شروع کر دیا تھا۔

"لیکن شائد وہ آپ تک جا پہنچا تھا۔" لڑکی نے کہا۔ "مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ ایسا کرے گا۔ کیونکہ اپنے باپ سے بہت ڈرتا ہے۔"

ڈیکن نے آنکھیں کھولیں اور لڑکی کو گھورنے لگا لیکن کچھ بولا نہیں۔

یک بیک تھیلما نے کھنکار کر پٹاخ سے ڈیکن کے منہ پر تھوک دیا..... اور فیروز کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "اب مجھے کسی کی پرواہ نہیں ڈارلنگ۔ یہ مرد ایسے ہی ذلیل ہوتے ہیں۔ مجھے اس کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ تم سے بھی اسی قسم کی کوئی ذلالت سرزد ہوگی۔"

"میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں مسٹر فیروز۔" ڈاکٹر آگے جھکتا ہوا بولا۔ "اب میں تم سے بھی بے تحاشہ محبت کروں گا۔"

ڈیکن گالیاں بکنے لگا تھا۔ اُس نے چیخ کر کہا۔ "یہ کہاں کا قانون ہے کرنل فریدی کہ

تمہاری موجودگی میں میرے منہ پر تھوکا جائے۔"

"تمہارے لئے تو حقیقتاً کوئی نیا قانون وضع کرنا پڑے گا۔ لوگ اپنی بیویوں کی ایسی کمزوریاں معلوم کر کے یا تو اُن سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں یا انہیں قتل ہی کر دیتے ہیں۔ لیکن تم تھیلما کو بلیک میل کرنے لگے تھے۔ لہٰذا تمہارے لئے جو قانون وضع کیا جا سکتا ہے اس کا تعزیری پہلو منہ پر تھوکے جانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر میں تھیلما سے درخواست کروں گا کہ وہ خود کو قابو میں رکھیں۔"

ڈاکٹر نے ایک طویل سانس لی اور پھر مسکرا کر بولا۔ "جسے ہم چاہتے ہیں۔ اس کے چاہنے والوں سے بھی ہمیں محبت ہونی چاہئے۔"

"محبت.....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "محبت صرف اپنے فرائض سے ہونی چاہئے۔"

"ایسی چیزوں سے ہرگز محبت نہ ہونی چاہئے جو دانت بھی رکھتی ہوں۔"

حمید نے اپنے زخمی ہاتھ کو ٹٹول کر سسکاری سی لی اور ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا۔

پھر فریدی کے استفسار پر لڑکی نے بتایا کہ اس بزنس میں اس کے اور ڈیکن کے علاوہ کوئی تیسرا شریک نہیں تھا۔ قاسم کے معاملے میں اس نے وقتی طور پر ایک پیشہ ور اخباری فوٹو گرافر سے مدد لی تھی اور اسے ایک بڑی رقم دے کر اس سے تصویر کا نگیٹو بھی حاصل کر لیا تھا۔

ختم شد